نمبر ۲۴ | مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء | یوم جمعہ مطابق ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

۱۶ ستمبر مسلمان خواتین کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر انتظام لجنۃ اماء اللہ قادیان ایک وسیع پردہ دار مکان میں زیر صدارت بیگم صاحبہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب منعقد ہوا۔ خواتین بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئیں۔ انہدام مذبح قادیان اور مسلمانان فلسطین پر مظالم کے متعلق متعدد ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ مفصل روئداد دوسری جگہ درج ہے۔

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری سرینگر میں غیر مبایعین سے مناظرہ کرنے کے بعد واپس آ گئے۔

شیخ یوسف علی صاحب نے افسر ڈاک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ ۲ ماہ کی رخصت کے بعد اپنے صیغہ کا چارج لے لیا ہے۔

مہمانخانہ کی عمارت پختہ کر دی گئی ہے۔ جو انشاء اللہ مہمانوں کے لئے پہلے کی نسبت زیادہ آرام دہ ہوگی۔

مسلمانان قادیان کا جلسہ مسلمانان فلسطین پر یہود کے مظالم کے متعلق

مسلمانوں کے متعلق ہمدردی اور ظالموں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار

۱۴ ستمبر بعد نماز عصر بڑی مسجد میں مسلمانان قادیان کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت جناب میر محمد اسحاق صاحب مسلمانان فلسطین پر یہود کے تازہ مظالم کے متعلق منعقد ہوا۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے مفصل تقریر کی۔ اور فلسطین کے متعلق اپنے چشم دید حالات اور واقعات کا ذکر کر کے بتایا۔ کہ یہود کو مسلمانوں پر متسلط کرنے کے لئے بہت خطرناک چال چلی جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور۔ شیخ محمود احمد صاحب۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب اور چودہری ظہور احمد صاحب نے مسلمانان فلسطین کے حقوق کی حفاظت کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلانے۔ یہود کے مظالم روکنے۔ جلسہ کی کارروائی حکام اور پریس کو بھیجنے وغیرہ کے متعلق ریزولیوشن پیش کئے۔ جو اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔ اور جلسہ بعد دعا ختم ہوا۔

مذبح قادیان اور فسادات فلسطین کے متعلق

مسلمان خواتین قادیان کا جلسہ

اہم اور ضروری قرار دادیں

۱۶ ستمبر قادیان کی مسلمان خواتین کا ایک غیر معمولی جلسہ لجنہ اماء اللہ کے اہتمام میں زیر صدارت اہلیہ صاحبہ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب منعقد ہوا جس میں مذبح قادیان کے انہدام اور مسلمانان فلسطین کی مصیبت کے حالات سُنائے گئے۔ اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے:۔

منتظم جلسہ والدہ خلیفہ صلاح الدین۔

(۱) مسلمان خواتین قادیان کا یہ جلسہ مذبح قادیان کے گرائے جانے کو مسلمانوں کے جائز حق میں دست اندازی سمجھتا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کو دوسری قوم کے مذہبی و شہری حقوق سے تعرض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے قانون کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے بوچڑخانہ قادیان کو پولیس کی موجودگی میں مسمار کر کے مسلمانوں کے احساسات کو ناقابل بیان صدمہ پہونچایا ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کے حق گاؤکشی اور قربانی میں بے جا مداخلت ہے۔ پس یہ مجمع گورنمنٹ سے اپنے جائز حقوق کا پُرزور مطالبہ کرتا ہوا چاہتا ہے۔ کہ قانون شکن ہندوؤں اور سکھوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ اور مذبح دوبارہ بنوایا جائے۔ اسے جلد از جلد تعمیر نہ کرانا مسلمانوں کے حقوق کی پائمالی کے علاوہ گورنمنٹ عالیہ کے لئے بھی باعث ہتک ہے۔ کہ سرکش لوگ اس کے قانون کو توڑ سکتے ہیں۔ اور حکومت ان کے انسداد کی طاقت نہیں رکھتی۔

(۲) یہ جلسہ کمشنر صاحب کے رویہ پر اظہار نفرت کرتا ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے وفد سے نہایت توہین آمیز سلوک کیا۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کی طرف باوجود ان کی قانون شکنی کے مسلمانوں کی نسبت زیادہ متوجہ ہے۔

(۳) یہ جلسہ حکومت برطانیہ کی فلسطین میں بے جا مداخلت اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی طرفداری پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ کی توجہ فلسطین کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی طرف منعطف کراتا ہے۔

(۴) یہ جلسہ ان یہودیوں پر جنہوں نے مسلمان عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں پر مظالم توڑے نفرین بھیجتا ہے۔

(۵) یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ بالفور پیکٹ کو منسوخ کر دے۔

(۶) یہ جلسہ قرار دیتا ہے۔ کہ ان قراردادوں کی اطلاع بذریعہ تار گورنر صاحب پنجاب کو دی جائے۔ اور اخبارات میں بھی ان کی نقول بھیجی جائیں۔

مولوی رحمت علی صاحب مبلغ سماٹرا کی واپسی

مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل جو اگست ۱۹۲۵ء میں بطور مبلغ اسلام سماٹرا بھیجے گئے تھے۔ ان کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ ماہ حال کی کسی تاریخ وہ معہ وہاں کے احمدی اصحاب کے ایک وفد کے قادیان کے لئے روانہ ہونگے۔ مولوی صاحب موصوف چار سال کے بعد واپس تشریف لا رہے ہیں۔ احباب ان کے بخیر و عافیت پہونچنے کے لئے دُعا فرمائیں۔

دیہاتی سکھوں اور ہندوؤں کی شرارتیں

مضافات قادیان کے بعض دیہات کے متعلق اطلاعیں پہونچ رہی ہیں۔ کہ سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر ...

... شرارت کا انسداد نہ ہوا۔ تو زیادہ خطرناک صورت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

مذبح قادیان کے متعلق جماعت احمدیہ مالابار کی قراردادیں

(بذریعہ تار)

کنانور۔ ۱۶ ستمبر۔ جماعت احمدیہ مالابار کا ایک غیر معمولی عام اجلاس آج کنانور میں منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے:۔

۱۔ ہمیں یہ سُنکر سخت رنج و اندوہ ہوا۔ کہ مذبح قادیان جو ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کی اجازت سے قادیان کی ۹۰ فیصدی مسلمان آبادی اور آس پاس کے مسلمان گاؤں کے فائدہ کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ پولیس افسر کے سامنے شوریدہ سر سکھوں نے مسمار کر دیا۔ ہم گورنمنٹ پنجاب کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں۔ کہ جلد سے جلد ملزمان کے خلاف کارروائی کر کے ان کو سزا دلوائے۔ اور مذبح کو دوبارہ تعمیر کر کے ملک کے امن و امان کو بحال کرے۔

۲۔ ہم ذبح گاؤ کو گورنمنٹ کے آخری فیصلہ تک حکماً بند کر دینے کے خلاف سخت پروٹسٹ کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ پنجاب سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ اس حکم کو منسوخ کر کے قادیان اور اس کے اردگرد کے دیہات کی مسلم آبادی کو مالی تکالیف سے بچائے۔ اور انہیں اپنی مذہبی آزادی سے اس طرح متمتع ہونے دے۔ جس طرح دیگر مذاہب والے اپنے اپنے مذاہب میں آزادی حاصل کر کے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ (پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مالابار)

مذبح کے متعلق مسلمانان سمبڑیال کا جلسہ

(بذریعہ تار)

سمبڑیال ۱۶ ستمبر۔ مسلمانان سمبڑیال کا یہ اجتماع تجویز کرتا ہے۔ کہ مذبح قادیان کو جو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی اجازت سے تعمیر کرایا گیا تھا۔ پولیس کے سامنے شوریدہ سر سکھوں کے منہدم کر دینے کو سخت غم و غصہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ذبح گاؤ کو منسوخ کر دینے کے حکم کے خلاف سخت پروٹسٹ کرتے ہوئے ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ مجرمین کو سزا دلوا کر ملک کے امن و امان کو بحال کریں اور قادیان کی نوے فیصدی آبادی کو اپنے مذہبی حقوق سے متمتع ہونے کا موقعہ بخشیں (سراج الدین سکرٹری)

مذبح کے متعلق احمدیان بمبئی کا احتجاج

(تار بنام الفضل)

بمبئی ۱۶ ستمبر۔ ہم احمدیان بمبئی کو یہ معلوم ہو کر بہت ہی رنج و افسوس ہوا۔ کہ قادیان کا مذبح جو کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی باقاعدہ اجازت سے قادیان کی نوے ۹۰ فیصدی مسلم آبادی اور اردگرد کے دیہات کی ضروریات کے لئے بنایا گیا تھا۔ اسے فتنہ انگیز اور قانون کی پرواہ نہ کرنے والے سکھوں کے ایک گروہ نے ہندوؤں کے اشتعال دلانے پر زبردستی پولیس کی موجودگی میں گرا دیا۔ اور پولیس نے انہیں روکنے کے لئے انگلی بھی نہ ہلائی۔ ہم گورنمنٹ پنجاب کو اس کے متعلق فوراً کارروائی کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ نیز ہم مذبح کے بند کر دینے کے حکم کے متعلق جبکہ معاملہ زیر تحقیقات ہے۔ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ ہم گورنمنٹ پنجاب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔ اور مسلمانوں کے معاشرتی اور مذہبی حقوق میں کسی کو دست اندازی کی اجازت نہ دے۔

(چوہدری کرم دین)

کمشنر صاحب کے سامنے مذبح قادیان کے متعلق وکلاء کی بحث

۱۷ ستمبر کمشنر صاحب لاہور نے مذبح قادیان کے متعلق وکلاء کی بحث سننے کی تاریخ مقرر کی تھی۔ آج ۱۷ ستمبر بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے کمشنر صاحب کے سامنے نہایت قابلیت کے ساتھ دلائل مقدمہ پیش کئے۔ فیصلہ ابھی نہیں سنایا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء | جلد ۱۷

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

حضرت امام جماعت احمدیہ کا مکتوب

مسئلہ ذبیحہ گائے کے متعلق

بنام ہندو، سکھ اور مسلم لیڈر صاحبان

ضرورت مکتوب

آپ کو قادیان کے مذبح کے متعلق ناگوار حالات اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکے ہونگے۔ چونکہ یہ معاملہ اب بہت اہمیت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس بارہ میں میری مزید خاموشی سلسلہ احمدیہ کے مفاد کے بھی خلاف ہے۔ اور ملک کے امن کی بربادی کا بھی موجب ہے۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ میں کوئی ایسی راہ اختیار کروں۔ جو احمدیہ سلسلہ کے وقار اور عام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ضروری ہو۔ اور ملک سے شوریدہ سری کی رُوح کو دور کر کے حقیقی امن کی بنیاد رکھنے والی ہو۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ میں ان سکھ ہندو اور مسلمان لیڈروں اور بارسوخ افراد کو جو اس معاملہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ذاتی طور پر مخاطب کر کے ان کی رائے معلوم کر لوں۔ تاکہ اگر کوئی ایسی راہ نکل سکے جس سے بغیر ایسے ذرائع اختیار کرنے کے جو مختلف اقوام کے لئے تکلیف دہ ہوں۔ مسلمانوں کو ان کے حقوق بھی مل سکیں۔ اور دوسری اقوام کے لئے بھی کسی ناواجب تکلیف کی صورت پیدا نہ ہو۔ تو اُسے اختیار کیا جائے ؀

قصبہ قادیان کے مختصر تاریخی حالات

مذبح کے خلاف جن جن اخبارات نے لکھا ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس کا اکثر حصہ راستی سے دور اور مبالغہ بلکہ خلاف بیانی سے پُر ہے۔ اصل واقعات یہ ہیں :-

قادیان میرے آباؤ اجداد کا بنایا ہوا قصبہ ہے۔ اور اس کا اصل نام اسلام پور تھا۔ جس کے آخر میں قاضی کا لفظ اس وجہ سے زائد کیا جاتا تا یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ مغلیہ حکومت کی طرف سے ایک قاضی اس علاقہ کی نگرانی کے لئے رہتا ہے۔ لیکن مرور زمانہ سے یہ نام صرف قاضی اور پھر قاضی سے قادی اور قادی سے قادیان بن گیا۔ میرے آباؤ اجداد تین سو سال تک اس پر اور اس کے علاقہ پر پہلے تو مغلیہ حکومت کی طرف سے۔ اور بعد میں طوائف الملوکی کے زمانہ میں آزادانہ طور پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ پُرانی روایات اور سر لیپل گریفن کی کتاب رؤسائے پنجاب اس امر پر شاہد ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کی حکومت سے پہلے ہمارے خاندان کی حکومت کے خلاف سکھ قبائل نے حملہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ ان کے مقبوضات سے جو اسّی دیہات پر مشتمل تھے۔ ان کو بے دخل کرتے گئے۔ یہاں تک کہ صرف قادیان ان کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس سے بھی ان کو بے دخل کرنے کے لئے سکھ قبائل پاس کے قصبات میں ایک نیم دائرہ کی صورت میں آباد ہو گئے اور آخر میرے دادا کے والد کے زمانہ میں میرے آبا کو قادیان چھوڑنا پڑا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں قبائل کا زور ٹوٹنے پر میرے دادا صاحب پھر قادیان میں واپس آگئے۔ اور قادیان اور اس کے ملحقہ سات دیہات پر انہیں دخل مل گیا۔ اس کے بعد انگریزی حکومت اس ملک میں آئی۔ تو برخلاف نوج کے دوسرے افسروں کے میرے دادا صاحب نے انگریزی حکومت سے خفیہ ساز باز نہ کیا۔ اور غالباً اسی وجہ سے ان کے مقبوضہ علاقہ کو گورنمنٹ نے ضبط کر لیا۔ اور لمبے مقدمات کے بعد صرف قادیان کی ملکیت اور اس کے پاس کے تین گاؤں کی ملکیت اعلیٰ ہمارے خاندان کو ملی۔ میری غرض اس تمہید سے یہ ہے۔ کہ قادیان اور اس کے پاس کے اکثر گاؤں اسلامی زمانہ کے آباد شدہ ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی بنا پڑی ہے۔ پس ان کے ساتھ کوئی ہندو روایات وابستہ نہیں ہیں۔ وہ شروع سے اسلامی روایات کے پابند رہے ہیں۔ اور سوائے سکھوں کی حکومت کے چالیس پچاس سالہ عرصہ کے وہ کبھی بھی اسلامی حقوق کی بجا آوری سے محروم نہیں ہوئے۔ اس وقت بھی قادیان کی زرعی زمین کے مالک صرف میں اور میرے بھائی ہیں۔ اور محض تھوڑی سی زمین بعض احمدی احباب کے قبضہ میں ہے جنھوں نے وہ زمین ہم ہی سے بغرض آبادی حاصل کی ہے۔ ہندو اور سکھ صرف بطور مزارعان یا غیر مالکان کے آباد ہیں۔ اور وہ بھی نہایت قلیل تعداد میں یعنی بمشکل کل آبادی کا قریباً ساتواں حصہ ؀

قادیان اور ذبیحہ گائے

باوجود ان حالات کے اول میرے دادا صاحب نے اور بعد میں میرے والد صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اور ان کے بعد میں نے قادیان میں گائے کے ذبیحہ کو محض اس وجہ سے روکے رکھا۔ کہ اس وقت تک اس کی اقتصادی طور پر زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اور ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ خواہ مخواہ ہماری ہمسایہ اقوام کا دل دکھایا جائے ؀ قادیان کے کئی ہندو اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ چند سال ہوئے کہ جب بعض لوگوں نے قادیان کے ملحقہ گاؤں سے مذبح کی درخواست دی۔ تو میں نے حکام کو کہلا کر مذبح کو رُکوا دیا۔ اور ایک معزز ہندو صاحب کی تحریر بھی اس بارہ میں میرے پاس موجود ہے۔ جو بوقت ضرورت پیش کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کا ثبوت کہ اپنے ہمسایوں کے احساسات کا میں نے پُورا خیال رکھا ہے۔ یہ بھی ہے۔ کہ جس حد تک قانون گائے ذبح کرنے کو جائز قرار دیتا ہے۔ میں اس سے بھی جماعت کو بار بار روکتا رہا ہوں۔ بلکہ بعض لوگوں کو تو یہ معلوم ہونے پر کہ انہوں نے اس معاملہ میں فتنہ کا طریق اختیار کیا ہے۔ میں نے چھ چھ ماہ یا سال سال کے لئے قادیان سے نکال دیا ؀

اقتصادی مشکلات

غرض جب تک کہ اقتصادی ضرورت انتہا کو نہیں پہونچ گئی۔ میں نے اپنے ہمسایوں کے احساسات کو اپنی جماعت کے مالی نقصان پر مقدم رکھا۔ اور زور سے انہیں ان کے حق کے استعمال سے باز رکھا لیکن قادیان کی آبادی بوجہ احمدی جماعت کا مرکز ہونے کے اس سرعت سے بڑھ رہی ہے۔ کہ بہت کم شہروں میں جو اس حیثیت کے ہوں۔ اس کی مثال ملتی ہے۔ اس بڑھتی ہوئی آبادی کا اثر طبعی طور پر قادیان اور اس کے گرد و نواح پر پڑنا تھا۔ اور پڑا۔ اور لوگوں میں یہ مطالبہ بڑھتا گیا۔ کہ کثیر التعداد آبادی کو قلیل التعداد جماعت کے احساسات کی خاطر آپ مالی نقصان کیوں پہونچاتے ہیں۔ آبادی کی زیادتی کے ساتھ ساتھ جب میں نے دیکھا۔ کہ ملک کی عام مالی حالت کی خرابی کی وجہ سے ان کے خور و نوش کے سامانوں کا مہیا ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ اور لوگ نہایت تنگ حال ہو رہے ہیں۔ تو لوگوں کے بار بار کے اصرار پر اور یہ دیکھ کر کہ سکھ لوگ جھٹکہ کی دکان کھولنے کی تجویزیں کر رہے ہیں۔ میں نے اجازت دے دی۔ کہ اگر کوئی شخص چاہے۔ تو مذبح کے لئے درخواست دے سکتا ہے۔ لیکن میں نے اپنا آخری فیصلہ آئندہ پر ملتوی رکھا ؀

ہندوؤں کا وفد

اس کے بعد میں چند روز کے لئے لاہور گیا۔ اور اپنے برادر نسبتی عزیزم لفٹیننٹ خلیفہ تقی الدین احمد۔ آئی۔ ایم۔ ایس کے مکان پر مقیم تھا کہ رات کے گیارہ بجے قادیان کے سات ہندوؤں کا ایک وفد میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے شکایت کی۔ کہ قادیان میں مذبح کھلنے والا ہے۔ میں اس کا تدارک کروں۔ اس وفد کے رئیس پنڈت دولت رام ممبر میونسپل کمیٹی قادیان تھے۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ ایک طرف لوگ اپنی مشکلات کا رونا رو رہے ہیں۔ دوسری طرف سکھوں نے جھٹکہ کا کام شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ان حالات میں میں قادیان جاکر اور فریقین کے حالات سُن کر ہی فیصلہ کر سکتا ہوں۔ اور انہیں تسلی دلائی۔ کہ جس حد تک ممکن ہوگا۔ میں ایسی صورت اختیار کرونگا۔ کہ طرفین کی عزت اور احساسات کا لحاظ رکھا جائے۔ پس وہ قادیان جانے پر مجھ سے ملیں۔ میں دوسرے ہی دن قادیان کو روانہ ہوگیا۔ اور وہاں پہونچنے پر ہندو صاحبان کا ایک بڑا وفد میرے پاس اسی غرض کے لئے آیا۔ میں نے انھیں سمجھایا۔ کہ سکھوں نے جھٹکہ کا سوال چھیڑ کر میری پوزیشن نازک کر دی ہے۔ کیونکہ ذبیحہ گائے کا روکنا احساسات کے احترام پر مبنی ہے۔ اور مسلمانوں میں یہ شکایت پیدا ہو چکی ہے۔ کہ جب دوسرا فریق ہمارے احساسات کا خیال نہیں رکھتا۔ تو ہمیں اس کے احساسات کے لئے اس قدر بڑی قربانی پر کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔ اس لئے پہلے مجھے سکھوں سے اور اپنی جماعت کے علاوہ دوسرے مسلمانوں سے بات کرنے کا موقعہ دیں۔ اس پر وہ لوگ چلے گئے ÷

سکھوں سے گفتگو

دوسرے دن ایک آریہ صاحب ایک پاس کے گاؤں کے جتھے دار اور ایک سکھ ڈاکٹر کو لے کر میرے پاس آ گئے۔ اور کہا۔ کہ آپ سکھوں سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ سو یہ لوگ آ گئے ہیں۔ میں نے انھیں جواب دیا۔ کہ میں نے تو یہ کہا تھا۔ کہ میں خود قادیان کے سکھوں کو بلواؤنگا۔ آپ صرف ایک قادیان کے آدمی اور ایک جتھے دار کو لے کر آ گئے ہیں۔ مگر بہر حال میں ان کی بات سُننے کو تیار ہوں۔ ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا۔ کہ جب پہلے گائے کے ذبیحہ سے آپ روکتے تھے۔ تو اب آپ نے مذبح کی درخواست کی کیوں اجازت دے دی ہے۔ میں نے انہیں بتایا۔ کہ آپ لوگوں کا سوال بھی اس امر کو ثابت کر رہا ہے۔ کہ موجودہ درخواست کسی دشمنی یا دل کے دکھانے کی غرض سے نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں پہلے آپ کے احساسات کا خیال رکھتا رہا ہُوں۔ تو اب کیوں بلا وجہ ان کو صدمہ پہونچاؤں گا۔ ہاں اگر آپ وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو وُہ یہ ہے۔ کہ ایک تو لوگوں کی اقتصادی حالت اور بڑھتی ہوئی مسلمان آبادی نے حالات بدل دئے ہیں۔ اور دُوسرے جھٹکہ کے سوال کے پیدا ہونے کے سبب سے میں دیانت دارانہ طور پر اس قدر زور نہیں دے سکتا۔ جس قدر کہ پہلے دے سکتا تھا۔ ہاں میں نے اُن کو یہ بھی کہا۔ کہ میرے نزدیک جھٹکہ پر مسلمانوں کا اعتراض بھی ویسا ہی فضول ہے جیسے گائے کے ذبیحہ پر ہندوؤں کا۔ لیکن سمجھوتہ کراتے وقت یہ سوال نہیں ہوتا۔ کہ مطالبہ معقول ہے۔ یا نہیں۔ بلکہ لوگوں کے احساسات کا خواہ غلط ہوں یا صحیح۔ لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ پس گو مجھے جھٹکہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن چونکہ اب دوسرے مسلمانوں کے احساسات کا بھی سوال آ گیا ہے۔ جن کو جھٹکہ پر اعتراض ہے۔ اور پھر چونکہ میں جج نہیں۔ بلکہ ایک سمجھوتہ کرانے والے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ طرفین کے احساسات کا یکساں خیال رکھوں ÷

جتھے دار کی دھمکی اور اُس کا جواب

اس گفتگو کے دَوران میں جتھے دار صاحب نے مجھے دھمکی دی۔ کہ اگر گاؤکشی کی اجازت ہوئی۔ تو آپ یاد رکھیں۔ کہ فساد ہو جائے گا۔ اور اس دھمکی کے جواب میں میری شرافت کا صرف ایک ہی تقاضا تھا۔ کہ میں انھیں یہ کہتا۔ کہ اگر آپ فساد سے ڈرا کر اس امر کو روکنا چاہتے ہیں۔ تو میں ہرگز اسے نہیں روکوں گا۔ اور یہی میں نے ان کو جواب دیا ÷

مذبح کی اجازت

چونکہ میں نے دیکھا۔ کہ سکھ صاحبان میرے لئے ایسا موقعہ مہیا کرنے پر تیار نہ تھے۔ کہ میں دوسرے فریق پر زور دے کر اگر ان کو کلّی طور پر نہ روک سکوں۔ تو کم از کم ایک ایسا سمجھوتہ کرا دوں جس سے فریقین کی کم سے کم دل آزاری ہو۔ اس لئے میں نے مسلمانوں کو بلوا کر ان سے مشورہ کرنا ضروری نہ سمجھا۔ اور اس امر کا منتظر رہا کہ ہندو صاحبان کا نمائندہ جب انہیں جا کر اطلاع دے گا۔ اور وُہ مجھ سے آکر ملیں گے۔ تو اس وقت آئندہ طریق عمل پر غور کروں گا۔ لیکن وُہ لوگ پھر میرے پاس نہ آئے۔ اور میں نے سُنا ہے۔ واللہ اعلم درست ہے۔ یا نہیں۔ کہ آپس میں یہ مشورہ ہوُا۔ کہ جھٹکہ کو چلنے دو۔ گائے کا سوال خود زور سے طے کریں گے۔ اس طرح یہ دونوں سوال چلتے رہے میرے کہنے پر مسلمانوں کی طرف سے جھٹکہ پر کوئی اعتراض نہ ہوُا۔ اور بر سر بازار جھٹکہ کی دوکان کھل گئی۔ اور مذبح کے متعلق ایک لمبے عرصہ کے غور اور ہندوؤں کے جذبات کا کافی خیال رکھنے کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے اجازت دے دی۔ اور مذبح اس طرف بنایا گیا جس طرف کہ مسلمان گاؤں ہیں۔ اور اس کی فروخت کے لئے ایسے محلہ میں دوکان کھلوائی گئی۔ جس کی ۱۰۰ فیصدی آبادی مسلمان ہے ÷

امن کی راہ

میں نے دوران ملاقات میں ہندو صاحبان اور سکھ صاحبان کو بھی کہہ دیا تھا۔ اور اب بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک ملک میں امن اسی اصل پر کاربند ہونے سے ہوگا۔ کہ ہر قوم دوسری قوم کے معاملات میں دخل دینے سے اجتناب کرے۔ مسلمانوں کو ان کی مرغوب چیزوں کے استعمال کرنے کی پوری آزادی ہو۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کو ان کی مرغوب چیزوں کے استعمال کی۔ ہاں بغیر آزادی کو محدود کرنے کے دوسرے کے احساسات کا جس قدر خیال رکھنا ممکن ہو۔ رکھا جائے۔ جب تک ہندو مسلمان اور سکھ اس اصل کی پابندی نہیں کریں گے۔ کبھی امن نہیں ہوگا۔ اور کبھی نہیں ہوگا ÷

ہندوؤں اور سکھوں کی قانون شکنی

اب میں پھر واقعات کی طرف آتا ہوں۔ حکام ضلع کی منظوری کے بعد مذبح قائم ہوگیا۔ اور جب کہ میں کشمیر آیا ہوُا تھا۔ میرے پیچھے ہی اس میں ذبیحہ بھی شروع ہوگیا۔ اس پر جیسا کہ مجھے باقاعدہ رپورٹوں سے معلوم ہوُا ہے قادیان کے بعض ہندو جو شروع سے ہی مذبح کے خلاف آس پاس کے گاؤں میں سکھوں اور ہندوؤں کو اکسا رہے تھے۔ انہوں نے خوب لوگوں کو جوش دلایا۔ اور آخر سات اگست ۱۹۲۹ء کو سکھوں اور ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد نے پولیس کی موجودگی میں مذبح گرا دیا۔ اور اینٹوں تک کے ٹکڑے کر دئے۔ احمدیہ جماعت اس موقعہ پر مقابلہ سے مجتنب رہی۔ ورنہ اپنی طاقت اور قوت کے لحاظ سے اور قریب کے دیہات کی مزید مدد کے ساتھ وہ اس قابل تھی۔ کہ حملہ آوروں کو ایسا تلخ جواب دیتی۔ کہ انہیں مدتوں تک یاد رہتا مگر انہوں نے امن پسندی کو اور قانون کے احترام کو اپنے جوشوں پر مقدم کیا ÷

ہندو اخبارات کا قابل شرم رویہ

لیکن افسوس ہے۔ کہ اس امن پسندی کا جواب عام طور پر ہندو اخباروں کی طرف سے نہایت ہی قابل شرم ملا ہے۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اپنے ہم مذہبوں کے ناجائز رویہ پر اظہار افسوس کرتے۔ خلاف بیانی اور مغالطہ دہی سے ان کی تائید کرنی شروع کی۔ اور انہیں اور بھی اُکسایا۔ اور بجائے اس کے کہ انہیں ملامت کرتے۔ ان کی اور بھی پیٹھ ٹھونکی ÷

بعض حکام کا قابل اعتراض رویہ

اور اس قدر شور برپا کیا۔ کہ اس سے متاثر ہو کر گورنمنٹ کے بعض افسر بھی ڈر گئے۔ اور انہوں نے سخت قابل اعتراض رویہ اختیار کیا ÷

بعض سکھ لیڈروں کا قابل تعریف رویہ

لیکن اس کے مقابلہ میں سکھوں کے بعض لیڈروں اور اُن کے بعض اخبارات نے نہایت قابل تعریف رویہ اختیار کیا۔ اور فساد سے پہلے بھی سکھوں کو اس میں شمولیت سے روکا۔ اور بعد میں بھی اُن لوگوں کے فعل کو جنہوں نے مذبح گرایا تھا۔ ناپسند کیا ÷

ہم اپنا حق لے کر رہیں گے

اس وقت کمشنر صاحب کے سامنے اپیل پیش ہے۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ وہ کیا فیصلہ کریں۔ لیکن ان کا موجودہ رویہ بہُت ہی قابل اعتراض ہے۔ مگر اس وقت سوال ان کے فیصلہ کا نہیں ہے۔ کیونکہ جو ہمارا حق ہے۔ ہم اُسے آج نہیں، تو کل لے کر رہیں گے۔ سوال یہ ہے۔ کہ اس فتنہ کا اثر ہندوستان کی دو نہیں تین قوموں پر جنہوں نے چند سال کے لئے نہیں۔ ہمیشہ ہندوستان میں رہنا ہے۔ کیا پڑے گا؟

ایک دوسرے کے جذبات کا احترام

میں بتا چکا ہوں۔ کہ میں مدتوں تک مذبح کے خلاف رہا ہوں۔ نہ اس وجہ سے کہ میں مسلمانوں کا اس بارہ میں حق نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ میرے نزدیک باوجود قانونی اور عقلی حق کے جہاں تک ہو سکے۔ اپنے ہمسایہ کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے۔ مگر میرے نزدیک ہمسایہ کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ اس امر کا خیال رکھے۔ کہ قربانی کرنا فرض دوسرے پر ہی واجب نہیں۔ اس کا بھی فرض ہے۔ کہ جب کسی دوسرے کو حقیقی اور مادی نقصان پہونچ رہا ہو۔ وُہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھے اور سمجھے کہ اس کا مذہب صرف اس کے اعمال پر حکومت کر سکتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیرؤوں پر اس کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے ÷

ذبیحہ گائے کا سوال نئی صورت میں

غرض گو میں اس وقت تک کہ اقتصادی حالت نے مجبور نہیں کر دیا۔ مذبح کے خلاف رہا ہوں لیکن اب جبکہ اس طرح ظالمانہ طور پر اور امن عامہ کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے قادیان اور اس کے نواحی علاقہ کے سکھوں اور ہندوؤں نے مذبح گرا دیا ہے ذبیحہ گائے کا سوال ایک نئی صورت میں میرے سامنے آیا ہے اس واقعہ نے مجھ پر روشن کر دیا ہے۔ کہ بعض لوگوں کے نزدیک جسکی لاٹھی اسکی بھینس کا قانون ہی اصل قانون ہے۔ اور اس کے بغیر اور کسی قانون کی حرمت ان کی نگاہ میں نہیں ہے۔ اس تلخ حقیقت کو اس امر نے اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ کہ جابیر دل نام کی ایک سوسائٹی کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے۔ کہ اگر ذبیحہ گائے کی اجازت مل گئی تو اس کے ممبر دوبارہ بھی جبر اور تعدی سے اس کام کو روکنے سے باز نہیں رہیں گے ÷

مسلمانوں کا مذہبی حق

میرے نزدیک موجودہ حالات نے مسلمانوں کو پہلے سے بھی زیادہ مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ گائے کے ذبح کرنے کے حق کو استعمال کریں۔ اور جہاں یہ حق حاصل نہ ہو۔ وہاں اس کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ پہلے تو اقتصادی حالت کا ہی تقاضا تھا۔ کہ وہ گائے کے گوشت کو استعمال کریں۔ اب مذہبی اور اخلاقی حالات بھی اس کا مطالبہ کرنے لگ گئے ہیں۔ مذہبی حق اس طرح کہ اسلام میں کسی وجود کا حد سے بڑھکر احترام شرک ہے۔ اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل چونکہ فرعونیوں میں رہتے تھے۔ جن میں کہ گائے ایک مقدس وجود سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ہمسائیوں کے خیالات کے بد اثرات سے بچانے کے لئے انہیں گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ پس جبکہ ہندو صاحبان مسلمانوں کو مجبور کرنے لگے ہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی گائے ذبح نہ کیا کریں۔ تو ہمیں ڈر ہے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں آہستہ آہستہ گائے کا ناواجب احترام کرنے لگیں گی اور جس طرح انہوں نے اور کئی بد رسوم ہندوؤں کی اختیار کر لی ہیں۔ گائے کی عزت بھی مشرکانہ طور پر ان کے دل میں جاگزیں ہو جائے گی۔ اور یہ ایک خیالی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ سکھوں میں اسکی نظیر ملتی ہے۔ سکھ لوگ موحد ہیں۔ اور مشرکانہ خیالات ان کے اصول مذہب کا جزو نہیں ہیں۔ لیکن باوجود اس کے چونکہ ہندوؤں سے ان کی رسوم ملتی تھیں۔ ان سے رشتہ ناطہ کا تعلق رکھنے کی خاطر انہوں نے گائے کا کھانا ترک کر دیا۔ اب گو وہ کہتے تو یہی ہیں۔ کہ گائے کی عزت ہمارے مذہب کا جزو نہیں۔ صرف اقتصادی طور پر ہم اس کے ذبح کرنے کے مخالف ہیں لیکن حق یہی ہے۔ کہ ان کے دلوں میں آہستہ آہستہ اس کی عزت گھر کر چکی ہے ورنہ اقتصادی طور پر گائے کی حفاظت کا خیال مسلمانوں میں زیادہ ہونا چاہیئے تھا۔ جن کے زمینداروں کی تعداد پنجاب میں سکھوں سے بہت زیادہ ہے ÷

ذبیحہ گائے اقتصادی لحاظ سے مضر نہیں

پھر یہ اقتصادی سوال عقلاً بھی درست نہیں۔ یورپ کے لوگ گائے کا گوشت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ اور انکے ملک کی گائے ہمارے ملک کی گائے سے بہت اچھی ہوتی ہے۔ اور گائے کی تعداد کو بھی بے روک گاؤکشی نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس ملک میں جس جانور کی کھپت زیادہ ہو گی۔ اس کی پیدائش بھی زیادہ ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے فوائد کی کثرت کی وجہ سے اسکی قدر بڑھ جائے گی۔ اور لوگ اسے زیادہ پالنے لگیں گے۔ گائے کی حفاظت گاؤکشی کے روکنے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی نسل کشی کی طرف توجہ کرنے سے ہو گی۔ یو۔ پی۔ جس میں کثرت سے گائے ذبح ہوتی ہے۔ وہاں گائے کی تعداد یا اسکی نسل کی عمدگی میں پنجاب کی نسبت جہاں کہ بہت سی رد گیں ہیں۔ کوئی کمی نہیں آئی ÷

ہر مسلمان کا فرض

اخلاقی طور پر بھی اس جبر کی وجہ سے یہ سوال زیادہ اہم ہو گیا ہے کیونکہ جبر کے ماتحت کسی امر سے رکنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ قوم میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اب جبکہ جبر اور تعدی سے کام لیا گیا ہے۔ اور آئندہ کے لئے بھی دھمکی دی گئی ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہو گا کہ وہ قانون کے اندر رہتے ہوئے ہر ممکن طریق سے اس سرکشی والی روح کا مقابلہ کرے۔ اور اپنی آئندہ نسل کو غلامی اور بزدلی کی دو لعنتوں سے بچائے۔ اور مسلمان اگر اس فتنہ کا مقابلہ نہیں کرینگے۔ تو یقیناً آئندہ وہ شودروں کی طرح ہو کر رہیں گے ÷

ہر معقول تجویز پر غور کیا جائے گا

ان حالات کو آپ کے سامنے پیش کر کے میں آپ سے چاہتا ہوں کہ آپکے نزدیک اگر کوئی ایسی راہ ہے۔ کہ مسلمان اپنی ضروری غذا کو بھی حاصل کر سکیں۔ اور انکی مذہبی اور اخلاقی حالت بھی درست رہے۔ اور انکے ہمسائیوں کے جذبات بھی ناواجب طور پر زخمی نہ ہوں۔ تو آپ مجھے اس سے مطلع کریں۔ میں ہر معقول تجویز پر غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں ÷

مجرموں کی رہائی

آپ پر یہ بھی واضح ہے۔ کہ مجھے ہرگز ان لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے جنہوں نے بعض شریروں کے اکسانے سے مذبح کو گرا دیا ہے۔ میں ہرگز اسپر خوش نہیں۔ کہ ضرور انکو سزا ہی ملے۔ اگر مسلمانوں کے جائز حقوق انکو مل جائیں۔ اور اگر یہ وحشیانہ طریق ترک کر دیا جائے۔ اور دوسرے کے کاموں میں خواہ مخواہ دخل نہ دیا جائے۔ تو میں بڑی خوشی سے ان لوگوں کو معاف کر دونگا۔ اور دوسری اقوام سے ملکر گورنمنٹ سے درخواست کرونگا کہ آئندہ دلوں کی صفائی کیلئے ان لوگوں کو چھوڑ دیا جائے ÷

احساسات کا لحاظ رکھنے والی تجاویز

اسی طرح میں ہر وہ تجویز جس سے ہندوؤں اور سکھوں کے احساسات کا ممکن سے ممکن حد تک خیال رکھ کر مذبح کو جاری کیا جا سکے۔ قبول کرنے کیلئے تیار ہوں اور اسپر جہاں تک میرا اختیار اور میری طاقت ہے عمل کرانے کا ذمہ وار ہوں مثلاً اگر مجھے بتایا جائے کہ قادیان کے نواح میں شہر سے باہر (کیونکہ حفظان صحت کا خیال ضروری ہے) فلاں جگہ مذبح بنایا جائے۔ پہلی جگہ پر نہ ہو۔ یا یہ کہ دیواریں پہلے سے زیادہ اونچی ہوں۔ یا مثلاً یہ کہ دوکانیں صرف شہر کے فلاں فلاں حصہ میں رکھی جائیں۔ یا اور ایسی ہی تجاویز جنسے ہندوؤں اور سکھوں کے احساسات کو کم سے کم صدمہ پہنچتا ہو۔ پیش کیجائیں۔ تو میں انشاء اللہ انکی تائید کرونگا۔ اور ان کے حصول کے لئے ہندوؤں اور سکھوں کی پوری مدد کرونگا ÷

اب ذبیحہ گائے کسی طرح بند نہیں کیا جا سکتا

لیکن اگر مجھے اسپر مجبور کیا جائے کہ گائے کے ذبیحہ کو کلی طور پر بند کر دیا جائے تو میں اسے نہ صرف خلاف عقل مطالبہ سمجھتا ہوں۔ بلکہ گذشتہ طاقت کے مظاہرہ کے بعد ذبیحہ گائے کے ترک کو مسلمانوں کے اخلاق کو بھی اور ان کے مذہب کو بھی برباد کرنیوالا سمجھتا ہوں۔ اور اسکے قبول کرنیکے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ اس مطالبہ کی صورت میں میں اپنا فرض سمجھوں گا کہ مسلمانوں کو اس ظلم سے بچاؤں۔ اور جسقدر تدابیر گائے کے گوشت کے زیادہ سے زیادہ استعمال کیلئے ممکن ہو سکتی ہوں۔ انہیں اختیار کروں ÷

گائے کے گوشت کی کھپت

میرے نزدیک ہمارے برادران وطن کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف نئے مذبحوں کے اجراء ہی سے گائے کے گوشت کا استعمال زیادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے اور بھی طریق ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس جس جگہ پر پہلے سے مذبح موجود ہے۔ اگر وہاں کے مسلمان جو پہلے شاذونادر گائے کا گوشت استعمال کرتے تھے۔ آئندہ عہد کر لیں۔ کہ وہ گائے کا گوشت ہی استعمال کیا کریں گے۔ یا اکثر استعمال کیا کریں گے۔ تو وہ سمجھ لیں کہ چند ماہ میں بیسیوں مذبحوں سے زیادہ گائے کے گوشت کی کھپت شروع ہو جائے گی۔ اسی طرح مثلاً اگر ان قصبات کے لوگ جہاں پہلے گائے کا گوشت نہیں ہوتا تھا۔ قریب کے مذبحوں سے گائے کا گوشت منگوا کر استعمال کرنا شروع کر دیں۔ تو اس کا علاج ان کے پاس کیا ہے یا مثلاً اگر دیہات کے لوگ جنپر موجودہ قانون حاوی نہیں ہے گائے زیادہ ذبح کرنے لگیں۔ تو اس کا علاج ان کے پاس کیا ہے۔ غرض ایسے بہت سے ذرائع ہیں۔ کہ جنکو اختیار کر کے پنجاب میں چند ہی ماہ میں گائے کے گوشت کی کھپت دگنی سے بھی زیادہ کی جا سکتی ہے اور ان ذرائع کے اختیار کرنے سے ہندوؤں اور سکھوں کے احساسات کو بھی پہلے سے زیادہ صدمہ پہنچے گا۔ اور اگر گورنمنٹ دخل دیگی۔ تو یقیناً یہ تحریک اور بھی زیادہ طاقت پکڑ جائیگی۔ اور ہر مسلمان گاؤں کا براہ راست گورنمنٹ سے مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ لیکن گورنمنٹ سے بہت زیادہ تکلیف تو ہندو صاحبان کے احساسات کو پہنچے گی

پھر نہ کہا جائے

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ میرے خط کا جلد جواب دے کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے اس طرف جلد توجہ نہ کی۔ اور بعد میں کوئی ناگوار صورت حالات پیدا ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ اپنی قوم کا درد اور ملک کی محبت رکھنے کی وجہ سے آپ کو بھی ضرور تکلیف محسوس ہو گی۔ مگر چونکہ وقت پر آپنے خبر نہ لی ہو گی۔ آپ کو مجھے ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کو بھی کچھ کہنے کا حق نہ ہو گا۔ اور نہ آپ کو یہ حق ہو گا کہ آپ مجھ پر خصوصاً اور باقی مسلمانوں پر عموماً یہ اعتراض کریں۔ کہ ہمیں حالات کو بہتر بنانے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ یا یہ کہ ایسے ذرائع کو اختیار کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جو ملک میں صلح اور آشتی پھیلانے کا موجب ہوتے ÷

سکھ لیڈروں سے

پیشتر اس کے کہ میں اس خط کو ختم کروں۔ میں سکھ لیڈروں کو خصوصیت کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے ان کے جائز حقوق کا ہمیشہ احترام کیا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں جب ایک احمدی نومسلم کی کتاب کے خلاف انہوں نے احتجاج کیا۔ کہ اس سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے۔ تو گورنمنٹ نے بھی ان کی آواز پر توجہ نہ کی تھی۔ کہ میں نے خود اس کتاب کو ضبط کر لیا۔ اور انہیں اس امر کا اقرار ہوگا۔ کہ میرا ضبطی کا حکم گورنمنٹ کے حکم سے زیادہ مؤثر تھا۔ کیونکہ نہ صرف اس کتاب کی خریداری رک گئی بلکہ فروخت شدہ کتاب یا اس کے قابل اعتراض حصے ہر جگہ جلا دیئے گئے۔ پس میں مخلصانہ طور پر انہیں مشورہ دینے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ گاؤکشی کے سوال کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے وہ دو باتوں پر غور کر لیں۔ اوّل۔ اس کا مذہبی پہلو ہے۔ سکھ اصحاب یہ امر بھلا نہیں سکتے۔ کہ حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ نے توحید کے قیام کے لئے ہر قسم کی قربانی سے کام لیا ہے۔ پس جس چیز کو قائم کرنے کے لئے انہوں نے اپنی جانوں اور اپنے آرام کو قربان کر دیا تھا۔ اس چیز کو محض ایک عارضی معاہدہ کے قیام کے لئے تباہ ہونے دینا ہرگز اپنے آباء کی خدمات توحید کا اچھا اعتراف نہ ہوگا۔

دوسرے انہیں یہ بات نہ بھلانی چاہئے۔ کہ جب تک گاؤکشی کے متعلق عام سکھوں کے جوش کی موجودہ حالت قائم رہیگی اس وقت تک سکھ پبلک کے دو لیڈر رہیں گے۔ ایک ہندو ساہوکار اور دوسرے سکھوں کے قومی لیڈر۔ چنانچہ مذبح قادیان کا واقعہ اس امر کا بین ثبوت ہے۔ باوجود اس کے کہ سردار کھڑک سنگھ صاحب جیسے قومی لیڈر خود قادیان میں کہہ آئے تھے۔ کہ گاؤکشی پر سکھوں کو اور جھٹکہ پر مسلمانوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمانوں نے تو ان کی نصیحت پر عمل کر کے جھٹکہ پر اعتراض نہ کیا۔ مگر سکھوں کو ہندو جوش دلانے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر انہدام مذبح کے بعد بھی اکالی اور خالصہ سکھوں کے دونوں حصوں کے مؤقر اخبارات کے سمجھانے کے باوجود قادیان اور اس کے گرد و نواح کے سکھوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پس گاؤکشی کے متعلق سکھوں کے راسخ الخیال خیالات ان کے قومی شیرازہ کے باندھنے میں بھی روک ہیں۔

پس امید ہے۔ کہ اپنے مذہب کی جان یعنی توحید کی حفاظت اور اپنے قومی شیرازہ کی مضبوطی کو مدنظر رکھتے ہوئے سکھ لیڈر اپنی قوم کو اس مشرکانہ خیال کی تائید میں کھڑا ہونے سے باز رکھیں گے بلکہ توحید کے قیام کے لئے ہمارے دوش بدوش کھڑے ہوں گے۔

امن شکن حالات سے ملک کو بچایا جائے

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اوپر کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مسلمان اپنی ہمسایوں کے احساسات کا جائز احترام کرنے کو تیار ہیں۔ اس امر کو ترجیح دیجائیگی۔ کہ جن جن مسلمانوں کو جائز طور پر مذبح کی ضرورت ہے۔ ایسی شرائط کیساتھ ان کو اجازت دیدی جائے کہ جن سے ہمسایوں کو ناواجب تکلیف نہ ہو۔ اور ایسے حالات سے ملک کو بچایا جائے جو اس کے امن کو برباد کرنیوالے اور اسکی آزادی کو نقصان پہنچانیوالے ہوں۔

زندہ قوم انتہائی جدوجہد کرے گی

اس جابرانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے جو قادیان کے مذبح کے انہدام میں اختیار کیا گیا ہے۔

بوچڑخانہ کے متعلق "ملاپ" کا پیچ وتاب

فیصلہ سے قبل کامیابی کا یقین

مذبح قادیان کے متعلق کمشنر صاحب لاہور کا رویہ اس قدر جانبدارانہ رہا۔ کہ دیانندیوں کو اپنی کامیابی کا فیصلہ سے قبل ہی یقین ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے اخبارات میں خوشیاں منانے اور مسلمانوں کو طعنے دینے کے علاوہ یہاں تک لکھ دیا۔ کہ مذبح قادیان کا سوال اپنی موت مر چکا ہے۔

مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت حالات

صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ حالات مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھے۔ اور چونکہ وہ یہ گوارا نہ کر سکتے تھے۔ کہ کمشنر صاحب کند چھری سے ان کے حقوق ذبح کر ڈالیں۔ اس لئے حکام بالا کو اس حالت سے آگاہ کیا گیا اور کمشنر صاحب کو مسلمانوں کا بیان سننے کے لئے آنا پڑا۔ اس موقعہ پر انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کی طرف سے بے رخی دکھائی۔ اور پہلی دفعہ جبکہ ہندو وکلاء کی وہ بحث سن چکے تھے۔ مسلمانوں کو اپنے وکلاء پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ یہ بھی ایک سخت بے قاعدگی تھی۔ اور ہمارا حق تھا۔ کہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے۔ اور حکام بالا کو توجہ دلاتے۔ چنانچہ کمشنر صاحب کو پھر ۱۷ ماہ حال کی تاریخ وکلاء کی بحث سننے کے لئے مقرر کرنی پڑی:

"ملاپ" کی بے تابی

ابھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کمشنر صاحب کس نتیجہ پر پہنچیں گے اور وہ کیا فیصلہ کریں گے۔ اگرچہ ہم پیش آمدہ حالات کو اپنے لئے کوئی اچھی فال نہیں سمجھتے۔ لیکن دیانندیوں کو جنہیں اپنے حق میں فیصلہ ہونے کا پورا پورا یقین ہو چکا تھا۔ اتنا بھی گوارا نہیں۔ کہ کمشنر صاحب خود تو رہیں بھی۔ حکام بالا کی ہدایات کے ماتحت ہی معاملہ کی باقاعدہ تحقیقات کرنے میں چند دن صرف کریں۔ چنانچہ دیانندی اخبار "ملاپ" (۱۳ ستمبر) یہ کانٹا کیوں بدل گیا" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

"قادیان کے بوچڑخانہ کے متعلق کمشنر صاحب نے گورداسپور میں ۲۷ اگست کو اپیل سنی۔ اور ہندوؤں اور احمدیوں کے وکلاء کی بحث بھی سن لی۔ اب صرف فیصلہ سنانا باقی تھا۔ لیکن یہ کیا ہوا کہ فیصلہ تو ایک طرف رہا۔ تحقیقات از سر نو شروع ہو گئی"۔

"احمدی وکلاء کی بحث کا علم "ملاپ" کی نسبت خود کمشنر صاحب کو زیادہ ہو سکتا ہے۔ اگر انہوں نے احمدی وکلاء کی بحث سن لی ہوتی تو ۱۷ ستمبر کی تاریخ مقرر نہ کرنا پڑتی۔ رہا فیصلہ سنانا۔ وہ تو بہرحال سنائیں گے ہی۔ پھر اس بے تابی کے کیا معنے۔ اور "کانٹا بدل گیا" کا کیا مطلب۔

ابھی سوراجیہ نہیں ملا۔

کیا سکھ اور دیانندی یہ چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح قانون شکنی کر کے انہوں نے مذبح گرا دیا۔ اسی طرح مذبح کی اپیل کے متعلق بھی قانون کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے سکھا شاہی سے کام لیا جائے۔ اور اس میں ذرا بھی توقف نہ ہو۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ ابھی چونکہ سوراجیہ نہیں ملا۔ اس لئے مسلمانوں کو حق حاصل ہے۔ کہ آئین ملکی کے ذریعہ اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں۔

احمدی اور اعلیٰ حکام

"ملاپ" کو اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ معاملہ کی باقاعدہ تحقیقات کا خیال کمشنر صاحب کو نہیں آیا۔ بلکہ اعلیٰ حکام نے ادھر متوجہ کیا ہے بالفاظ "ملاپ" "کمشنر صاحب نے فیصلہ دے دینا تھا"۔ لیکن "احمدی دوڑے دوڑے شملہ پہنچے۔ اور وہاں جا کر اعلیٰ حکام کے کان بھرے جنہوں نے کمشنر صاحب کا کانٹا بدل دیا۔ اور بجائے فیصلہ کے از سر نو تحقیقات شروع ہو گئی"۔ گویا کمشنر صاحب نے "از سر نو تحقیقات" اعلیٰ حکام کے کہنے پر شروع کی ہے۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ وہ لوگ جو قانون شکنی کے ذریعہ مذبح بند کرنا چاہتے ہیں۔ جابجا ہیروؤں کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں۔ "ہم کبھی بوچڑخانہ بننے نہیں دیں گے" (ملاپ ۱۳ ستمبر) انہیں اتنا بھی گوارا نہیں۔ کہ احمدی اعلیٰ حکام کے پاس جا کر اصل حالات بیان کر کے انصاف کا مطالبہ کریں۔

انگریزی انصاف کا طریق

اسی لئے "ملاپ" (۱۳ ستمبر) کو یہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کہ "کیا انگریزی انصاف اسی طریقہ سے ہوتے ہیں"۔ گویا اگر کمشنر صاحب مسلمانوں کے بیانات سننے کے بغیر اور ان کے وکلاء کے دلائل پر غور کرنے سے قبل ہندوؤں اور سکھوں کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔ تو یہ انگریزی انصاف کرنے کا طریق ہوتا۔ اب جو انہیں فریق ثانی کے بیانات سننے کے لئے کہا گیا۔ تو یہ انگریزی انصاف کے خلاف بات ہو گئی۔

قضیہ کس طرح مٹ سکتا ہے

"ملاپ" نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ "احمدی حضرات اس قضیہ کو مٹانا ہی نہیں چاہتے۔ اور اس سوال کو لے کر سارے ملک میں آگ لگانے کے خواہشمند ہیں"۔ حالانکہ آج اگر وہ مذبح بنا دیا جائے۔ جو سکھوں اور ہندوؤں نے گرایا۔ تو آج ہی سارا قضیہ مٹ سکتا ہے۔ ورنہ قانون شکنی کر کے یہ سمجھنا کہ اس کا انسداد کئے بغیر قضیہ مٹ جائے۔ سخت نادانی ہے۔ پھر ملک میں آگ لگانے کے خواہشمند احمدی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے ایک مسلمہ حق سے محروم کرنے کیلئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور جو طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے اور کہہ رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ان کا یہ حق کبھی نہیں مل سکتا۔

فتنہ پردازوں کی امداد

پھر آگ بھڑکانے والے وہ ہیں جو امن شکن اور فتنہ پرداز لوگوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اور تمام ہندوؤں کو امداد کیلئے بلا رہے ہیں چنانچہ "ملاپ" نے اپنے اسی پرچہ میں لکھا ہے "پنجاب کے ہندوؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ڈیوٹی محسوس کریں۔ اور قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں کی امداد کے لئے آگے بڑھیں وہاں ایک

اشارات

اگر ہندوؤں کو مذبح خانوں کی آڑ میں اپنی قوت اور طاقت کا مظاہرہ مطلوب نہ ہو مسلمانوں کو تنگ کرنے اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی خواہش نہ ہو مسلمانوں کو مٹانے اور تباہ کرنے کے ارادے ہوں۔ تو "گئو ماتا" کی "رکھشا" کا وہ طریق اختیار کریں جس کا مطالبہ عقل وانصاف کے علاوہ "یوگراج بھگوان کرشن" بھی ان سے کر رہے ہیں۔ اور جس کا اعلان "پرتاپ" نے اپنے تازہ "کرشن نمبر" میں پورے صفحہ پر کیا ہے۔

"پرتاپ" نے گئو بھگتوں کو "گئو ماتا" کے متعلق اپنا فرض "بھگوان کرشن" کی زبان سے بتانے کے لئے "کرشن جی" کی تصویر بنا کر ان کی آنکھوں کے سامنے "گئو ماتا" کے سر پر ایک "بوچڑ" ہاتھ میں چھرا لئے دکھایا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ بھگوان کرشن دونوں ہاتھ اٹھا کر بوچڑ کو گائے ذبح کرنے سے منع کر رہے ہیں اور بوچڑ اور ہندوؤں سے فرما رہے ہیں "ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ اسے مت مارو۔ اب چمڑے کی ضرورت نہیں رہی دہلی کی نان لیدر گڈس فیکٹری میں ہر قسم کا سامان بغیر چمڑے کا بن سکتا ہے۔ اگر آپ گئو رکھشا چاہتے ہیں۔ تو بغیر چمڑے کے شدہ جوتے پہنا کریں"۔

پہلی بات جو اس اعلان سے ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کو ہندو ایشور کا اوتار بلکہ ایشور قرار دیتے اور جسے دنیا میں گئو رکھشا کی بنیاد ڈالنے والا بناتے ہیں۔ وہ بوچڑ کو ہاتھ میں چھرا لئے گائے ذبح کرنے پر "تیار برتیار" دیکھ کر بھی "سدرشن چکر" چلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ بلکہ دلیل کے ساتھ روکنا چاہتا ہے۔ آجکل کے گئو رکھشکوں کو بھی زیادہ سے زیادہ اسی بات کا حق حاصل ہو سکتا ہے۔ مذبح بنتے گرانے۔ فتنہ وفساد پیدا کرنے اور کشت وخون کی دھمکیاں دیتے ہیں قطعاً وہ "بھگوان کرشن" کے پیرو نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ شرارت کے پتلے سمجھے جائیں گے۔ جن کی سرکوبی ازبس ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ گوشت کھانے کیلئے اسقدر گائیں ذبح نہیں کیجاتیں جسقدر چمڑے کی خاطر۔ کیونکہ بھگوان کرشن کے منہ میں گائے کی حفاظت کے متعلق جو الفاظ ڈالے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں "اسے مت مارو۔ اب چمڑے کی ضرورت نہیں رہی" یہ نہیں کہا گیا۔ "اسے مت مارو۔ اب اسکے گوشت کی ضرورت نہیں رہی" چونکہ ابھی اسکے گوشت کی ضرورت ہے اس لئے اس کا مارنا بھی ضروری ہے۔ ہاں جبکہ "دہلی کی نان لیدر گڈس فیکٹری" گائے کے چمڑے کی ضرورت سے دنیا کو مستغنی کر سکتی ہے۔ تو سارے کے سارے گئو بھگت مگر مسلمانوں کو گائے کے گوشت سے کیوں بے نیاز نہیں کر سکتے۔ مسلمان اپنے ہندو برادران وطن کی خاطر اس امر کیلئے تیار ہیں۔ کہ اگر انہیں بھیڑ بکری کا گوشت گائے کے گوشت کے نرخ پر مہیا کر دیا جائے تو وہ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دیں۔ ہندوؤں کی سی مالدار قوم کے لئے اس کا انتظام کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر وہ گائے کو ذبح ہونے سے بچانا چاہتے ہوں تب ایسا کریں۔ انکی غرض تو مسلمانوں کو تنگ کرنا ہے۔

اعلان مذکور میں تحروف جلی بہانتک لکھ دیا گیا ہے۔ کہ "گئو ماتا کی رکھشا کا سوال حل ہو گیا جبکہ چمڑے کے تیاگ سے۔ بغیر چمڑے کی اشیاء کے استعمال سے"۔

لیکن کیا وہ لوگ جو ذبیحہ گائے کے خلاف شور مچاتے۔ فتنہ وفساد برپا کرتے اور مرنے مارنے پر تیار رہتے ہیں۔ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے چمڑے کی اشیاء کو تیاگ دیا ہے۔ اور کوئی چیز چمڑے کی استعمال نہیں کرتے۔ اگر وہ چمڑے کو کام میں لاتے ہیں اور یقیناً لاتے ہیں۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ گئو ماتا کی رکھشا کا سوال وہ خود حل نہیں ہونے دیتے۔ اسوقت ہم بوچڑوں کے ہاتھ نہ صرف ناکارہ اور تکلیف دہ گائے بیلوں کے بیچنے کے متعلق کچھ نہیں کہتے بلکہ صحیح سالم موٹے تازے بچھڑوں کی نسبت بھی کچھ کہنا غیر ضروری سمجھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت کسی گھر کی چیز سے فائدہ اٹھا لینے میں کیا حرج ہے۔ لیکن جب دہلی میں "نان لیدر گڈس فیکٹری" موجود ہو۔ جہاں سے "ہر قسم کا سامان بغیر چمڑے کا مل سکتا ہے" تو پھر کیا وجہ ہے ہندو چمڑے کی اشیاء کو کلی طور پر "تیاگ" نہیں دیتے۔ وجہ یہی ہے کہ انکی غرض گئو رکھشا نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو دکھ دینا ہے۔

ہمیں کئی بار خیال آیا۔ قادیان کا مذبح جن دیہاتی جاہل سکھوں نے گرایا ان میں سے کئی ایک کے گلے میں کرپان کا چمڑے کا پٹہ پڑا ہو گا۔ جو نہ معلوم کونسے مذبح کے صدقے بلکہ خالصہ جی تک پہنچا ہو گا۔ اسی طرح سکھ اور ہندو جو جوتیاں اور بوٹ پہن کر مذبح گرانے کے لئے گئے۔ وہ معلوم نہیں کس کس مذبح میں ذبح ہونے والی گائے بیلوں کے چمڑے سے بنے ہوں گے اس طرح گویا مذبح گرانے والے خود کئی ایک مذبحوں کے رہین منت تھے مگر اس کا انہیں ذرا بھی احساس نہ ہوا۔ اس لئے کہ ان کی غرض گئو رکھشا نہیں بلکہ مسلمانوں کو تکلیف دینا تھی۔

"پرتاپ" نے ہندوؤں کو "گئو رکھشا" کے صحیح طریق کیطرف متوجہ کرتے ہوئے صفائی کے ساتھ اس حقیقت کا بھی اظہار کر دیا ہے کہ

"فی زمانہ ضروریات زندگی میں چمڑے کا استعمال دن بدن بڑھتا جا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ قدرتی طور پر مرے ہوئے جانوروں کے چمڑوں کی موجودہ مقدار ان بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی۔ اور اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے زندہ جانوروں پر بھی ہاتھ صاف کیا جاتا ہے"۔

اب تو بالکل واضح ہو گیا کہ گائے کا گوشت کھانے والے ہی گائے ذبح نہیں کرتے۔ بلکہ گائے کا چمڑا استعمال کرنے والے بھی اس میں شامل ہیں اور اصل میں وہی اس کا باعث ہیں۔ وہ چونکہ چمڑے کیلئے گائے ذبح کراتے ہیں۔ اس لئے گوشت کھانیوالوں کو بھی گوشت مل جاتا ہے۔ اگر گائے کا چمڑا اتنا قیمتی نہ ہو۔ تو گوشت کے لئے شائد ہی کوئی ذبح کرے۔ پس

بقیہ کالم اول پر

"ڈیفنس کمیٹی بن چکی ہے جسکو روپے کی اشد ضرورت ہے"

پس ہر ایک عقلمند اور انصاف پسند بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس قضیہ کو بڑھانے اور ختم نہ ہونے دینے کی ذمہ واری کس پر عائد ہوتی ہے ہندوؤں کو اپنے اقبال ودولت اور اثر ورسوخ کا گھمنڈ ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ قانون شکنی سے۔ شور وشر سے۔ دھمکیوں سے۔ غرضکہ جس طرح بھی ممکن ہو مسلمانوں کو مرعوب کر کے انکے حقوق چھین لیں مسلمان جبتک غافل رہے۔ بہت کچھ ضائع کر چکے۔ اب وہ اپنے حقوق کو پامال ہوتے دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ وہ برادران وطن کی لائی ہوئی ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔ خواہ سارے پنجاب کے ہندو اکٹھے ہو کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ یا سارے ہندوستان کے

انصاف پسند ہندو

مگر ہمارا خیال ہے۔ ہندوؤں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے ہم مذہب لوگوں کی ان چیرہ دستیوں کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے حقوق کے متعلق روا رکھتے ہیں۔ اور وہ انکی روش کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم انہیں توجہ دلاتے ہیں کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے حقوق میں دست اندازی کرنے سے روکیں۔ اور خوب اچھی طرح بتا دیں۔ کہ مسلمان ان لوگوں کے متعلق کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے۔ جو انہیں انکے معمولی سے معمولی حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور جب تک مسلمان ساتھ نہ دینگے۔ اس وقت تک ملک بھی ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتا۔

"گئو بھگتوں کا اولین فرض چمڑے کی اشیاء ترک کرنا ہے۔ ورنہ وہ بھی گائے کشی کے ایسے ہی ذمہ وار ہیں جیسے گوشت کھانیوالے بلکہ ان سے بڑھ کر۔ اور انکی ساری کوششیں مسلمانوں کی تکلیف دہی کیلئے ہیں۔

اور سنئے۔ لکھا ہے۔

"کروم لیدر تو زندہ جانوروں سے ہی تیار ہوتا ہے"

مطلب یہ کہ اعلیٰ درجہ کا چمڑہ جسے کروم کہتے ہیں وہ خود بخود مرنے والی گائے بیل سے تیار نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے تیار ہوتا ہے جنہیں ذبح کیا جاتا ہے۔ اعلان کرنیوالے گئو بھگت نے گائے کے متعلق ہندوؤں کے موجودہ طرز عمل سے دل شکستہ ہو کر آخر میں اپنی التجا صرف اتنی رکھی ہے کہ "کم از کم کروم کا استعمال تو ضرور چھوڑ دیں۔ اور اس طرح گئو ماتا کیلئے اپنی سچی محبت اور عقیدت کا ثبوت دیں" لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ہندو اور سکھ کروم کا استعمال چھوڑ دیں۔ اپنی بڑی بڑی چمڑے کی دکانیں اور بوٹوں کی ایجنسیاں بند کر دیں۔ اگر انکے دل میں "گئو ماتا" کے لئے سچی محبت اور عقیدت ہوتی۔ تو ان کا فرض تھا کہ ایسا ہی کریں۔ لیکن وہ تو صرف مسلمانوں کے خلاف فتنہ پردازی کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ گائے کے چمڑے کا چلتا ہوا کاروبار بند کر دیں۔

مندرجہ بالا بیان سے ہندوؤں اور سکھوں کی گئو بھگتی ظاہر ہے اور گائے کی حفاظت کے بہانہ سے مسلمانوں کے خلاف فتنہ انگیزی کا راز معلوم ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے۔ کیا مسلمان اس شرارت کو بڑھنے دینگے یا اس کا قلع قمع کر کے رکھ دینگے۔ ہم اس کا جواب الفاظ میں نہیں بلکہ عمل سے چاہتے ہیں۔

خالصہ جی دہوکہ سے بچو

(از سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار "نور" قادیان۔ سابق سورن سنگھ)

سکھ اور ہندو

سکھوں کا مذہب اور سکھوں کے علماء و فضلاء کا طریق عمل اس امر کا بہترین شاہد ہے۔ کہ سکھ مذہب ہندوؤں سے قطعی مختلف اور جداگانہ ہے۔

سکھ مذہب۔ وید سمرتی پران۔ جاتی ورن۔ اوتار۔ دیوی دیوتا۔ مورتی پوجا۔ سندھیا۔ گایتری۔ چوکا کار۔ برت۔ یگیہ ہوم۔ وغیرہ کو ایک طرفۃ العین کے لئے بھی روا نہیں رکھتا۔ مگر ہندوؤں کی ہوشیاری اور سکھ صاحبان کی غفلت سے ہندوؤں کا تمدن سکھوں پر غالب آ رہا ہے اور مجھے خطرہ ہے۔ اگر سکھ نہ سنبھلے۔ تو کہیں ہندو مذہب انھوں ہاتھ سکھوں کو جذب ہی نہ کرے۔

سکھوں کو جذب کرنے کی چال

سکھوں کو جذب کرنے کے لئے ہندوؤں نے ایک عجیب اصطلاح بھی وضع کر لی ہے۔ وہ اصطلاح جو کنین کی گولی پر میٹھے کا کوٹ، یا انگور کی شکل میں بکائن کا پھل یا آم کی شکل میں مدار کا ثمر ہے۔ سناتنی سکھ ہے اس کی آڑ میں سکھ تمدن کی جگہ ہندو تمدن نہایت ہوشیاری سے اخل کیا جا سکتا ہے۔ ہو رہا ہے۔ اور اس کی آڑ میں وہ توحید پرست سکھ قوم جنکا ماٹو اونکار ست نام ہے ؎

دو سر کا ہے سریئے جو جمے تے مر جیا
اکو سمرو نانکا جو جل تھل رہیا سما

تشن ریشٹ کیو نہ دہاؤں۔ جو بر چاہوں سو تم تے پاؤں۔
ایک چھوڑ دوجے لاگے ڈبے سو وسنچار یا۔

ہے۔ اس سناتنی سکھ کی اصطلاح کی آڑ میں ہندو صاحبان نہایت آسانی سے سکھوں کے ناواقف اور خصوصاً دیہاتی طبقہ میں۔ وید سمرتی پران۔ جاتی ورن۔ اوتار۔ دیوی دیوتا۔ مورتی پوجا وغیرہ عقائد داخل کر رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ سکھ تمدن پر سکھ مذہب پر ناقابل برداشت حملہ ہے۔

اس حملہ کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سکھ مذہب محفوظ ہے۔ اندریں کہنا اور بھی مشکل ہے۔ کہ اگر ان عقائد کا ابھی سے سدباب نہ کیا گیا۔ تو سکھ مذہب گورسیاد کو کہاں تک قائم رکھ سکے گا۔

سکھ اور گئو پوجا

دوریں جا گئو پوجا کا سکھ دھرم ایک طرفۃ العین کے لئے بھی روادار نہیں۔ مگر ہوشیار ہندوؤں نے ناواقف سکھوں کو گئو پوجا کے سوال میں اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔ حالانکہ سکھ مذہب میں گئو پوجا یا گئو رکھشا کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں۔

شری گرنتھ صاحب آد۔ آسا۔ جی محلہ ۳ میں صاف لکھا ہے:۔

مل موت سوڑ جے گدھ ہوئے سب لگے تیرے پائے

مطلب یہ کہ گائے کے گوبر اور پیشاب سے محبت کرنے والے جب گورو مہاراج کی شرن میں آئے۔ تو انہیں گوبر اور پیشاب سے نجات مل گئی۔

اور ملاحظہ ہو۔ شری گرنتھ صاحب بسنت کبیر میں درج ہے:۔

گوبر جوٹھا چونکا جوٹھا۔ جوٹھی دینی کارا

یعنی گائے کا گوبر ناپاک اور اس سے باورچی خانہ میں جو چونکا (پوچا) دیا جائے۔ وہ بھی ناپاک ہے۔

سکھوں کا رہت نامہ اور گائے!

اور دیکھئے۔ سکھ صاحبان کے لئے رہت بمنزلہ شریعت ہے۔ رہت نامہ گیا ہے۔ شریعت کی کتاب اس میں یہ درج ہے:۔

"لنگر میں نہ گائے کا گوبر جلائے اور نہ گائے کے گوبر سے پوچا دے" (دیکھو رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ)

ان حوالہ جات کی موجودگی میں کیا کوئی یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ سکھ مذہب میں گائے کی پوجا یا رکھشا کے لئے کوئی گنجائش ہے آگے اور ملاحظہ ہو۔

جناب بھائی کاہن سنگھ صاحب نابھہ نواسی سکھ مذہب کے آج سب سے بڑے فاضل ہیں۔ اور سکھ لوگ ایسے فاضل شخص کی ذات پر جس قدر بھی فخر کریں۔ کم ہے۔ وہ اپنی مشہور تصنیف "ہم ہندو نہیں" کے صفحہ ۲۰۹ پر ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

اگر آپ کے مذہب میں جو پاکیزگی کے لئے گائے کا پیشاب اور پنج گویہ ( ) دیا جاتا ہے۔ سکھ مذہب آپ اس کی بے قدری کا اس سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جس باورچی خانہ میں (گائے کے) گوبر کا پوچا دیا جائے۔ وہاں کڑاہ پرشاد (تبرک حلوہ) تیار نہیں کیا جاتا۔ اور یہ طریق آج سے نہیں۔ بلکہ گورو صاحبان کے وقت سے ہی چلا آ رہا ہے"

سکھ مذہب کا یہی فاضل اپنی اسی مشہور کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتا ہے:۔

"سکھ مذہب میں گائے کی عظمت نہیں۔ یعنی نہ تو سکھ گائے کا گوبر اور پیشاب کھاتے پیتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے گوبر کا چونکا (پوچا) دیتے ہیں۔ اور نہ بطریق وید گومیدھ یگیہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی برہمنوں کو گوگھن کے نام سے پکارتے ہیں"

ان مذکورۃ الصدر حوالجات کی موجودگی میں یہ کہنے کا کسے حوصلہ ہو سکتا ہے کہ سکھ گئو پوجک ہیں۔ ایسا کہنا بلاشبہ سکھ مذہب سے مذاق کرنا ہے۔ اب اور دیکھئے۔ کہ سمجھدار سکھ طبقہ کا گائے کے متعلق کیا نقطۂ خیال ہے:۔

سکھوں کا حفاظت گائے کیلئے چندہ دینے سے انکار

۱۹۱۲ء میں ایسٹر کی تعطیلات میں سیالکوٹ میں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس ہوئی۔ اس وقت ہندوؤں نے حفاظت گائے کے لئے جب سکھوں سے چندہ لینا چاہا۔ تو باعلم اور اپنے مذہب سے واقف سکھوں کے طبقہ نے جو طرز عمل اختیار کیا۔ وہ اخبار "ہندوستان" نے اس طرح بیان کیا:۔

"سکھ ایجوکیشنل کانفرنس سیالکوٹ کے موقعہ پر مقامی کارکنوں کو معلوم ہوا۔ کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا جلوس جو کانفرنس کے پردھان مقرر کئے گئے ہیں۔ گؤشالہ کی طرف سے نکلیگا۔ تو کارکنوں نے گؤشالہ کی عمارت کو خوب سجایا۔ اس کے نزدیک جھنڈیاں وغیرہ لگائیں۔ لیکن جب گؤشالہ کی صندوقچیاں وغیرہ لے کر کانفرنس میں سکھ صاحبان سے گؤشالہ کے لئے دان (خیرات) مانگنے کے واسطے گئے۔ تو ان کو کانفرنس سے باہر نکلوا دیا گیا۔ اور سکھوں نے کہا۔ کہ ہم ہندو نہیں ہیں۔ اس لئے ہم پر گئو رکھشا واجب نہیں ہے"

سکھ اخبار اور گائے

پھر سکھوں کا اخبار "لائل گزٹ" جواب "شیر پنجاب" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ اپنے ۸ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے:۔

"سکھ ہندوؤں کی طرح گئو پرست نہیں"

پھر سکھوں کا مشہور آرگن "اکالی" لکھتا ہے:۔

"گائے کی مذہبی عظمت کا سوال خالص ہندو سوال ہے"

"سکھ جہاں جھٹکہ پر کسی قسم کی بندش برداشت نہیں کر سکتے۔ وہاں دوسروں کو بھی کوئی خوراک کھانے سے نہیں روکنا چاہتے"

پھر مشہور مصور اخبار "ریاست" کے ایڈیٹر دیوان سنگھ صاحب مفتون جو خود اکالی تحریک کے زبردست حامی ہیں۔ اپنے ۱۴ اگست ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک کسی جانور کے مارنے کا سوال ہے۔ ایڈیٹر "ریاست" کے ذاتی خیال کے مطابق گائے اور بکری یہاں تک کہ گائے اور ایک مکھی میں بھی کوئی فرق نہیں ہے"

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ذی علم اور سمجھدار اور اپنے مذہب سے واقف سکھوں کے دلوں میں گائے کی عظمت کی کیا حقیقت ہے؟

پھر اخبار "اکالی" لکھتا ہے:۔

"سکھ دھرم کا کوئی اصول گائے کی عزت اور حفاظت کا نہیں ہے"

قادیان میں مذبح کھلنے پر ہندوؤں نے جس طرح ناواقف سکھوں کو آگے کیا۔ یا آئندہ جس طریق سے یہ بھولے بھالے سکھوں کی ان کی مذہب سے عدم واقفیت کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اس خطرہ کو محسوس کر کے سکھوں کا سب سے پرانا اخبار "خالصہ سماچار" گورمکھی سکھوں کو مخاطب کر کے اس طرح خطرہ کا الارم دیتا ہے:۔

"جو عظمت گائے کے لئے ہندوؤں کے دلوں میں ہے۔ وہ سکھ مذہب میں نہیں۔ اس لئے قادیان کے بوچڑ خانہ کے معاملہ میں سب سے پہلے اگر کسی کو ورودھ اور کشش ہونا چاہئے۔ تو ہندوؤں کو۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہندو اخبار اس معاملہ میں سوائے سکھوں کو آگے کر کے کہ "چڑھ سولی تیرا وال ونگا نہیں" یعنی دار پر چڑھ جاؤ۔ تمہارا بال بیکا نہیں ہوگا۔ کا (نشتر سکھوں کو) ستانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکے ہے کیا ہم ہندو صاحبان سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ وہ مہابیر دل اور بجرنگی دل جنھوں نے گذشتہ دو چار ماہ سے بھائی پرمانند کی کتاب کی آڑ میں سکھوں کے برخلاف پوسٹر چھپوا کر اور جلسوں میں شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ اور کوئی گندی سے گندی گالی اور کوئی مذموم سے مذموم لفظ ایسا نہیں تھا۔

جوانہوں نے (سکھوں کے لئے) نہ کہا ہو۔ وہ آج کہاں ہیں؟ ....

کیا ان کا غصہ غریب سکھوں تک ہی تھا۔ اب سکھوں کو بلدی دے "پتھے دینے دی تھاں" یعنی سکھوں کو آگ میں جھونکنے کی جگہ کیوں آگے خود نہیں آتے اور اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔

پھر اور ملاحظہ ہو۔ اسی قادیان کے موجودہ معاملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سکھوں کا اخبار "اکالی" لکھتا ہے:-

"ہندو بھائی سکھوں کے پاس بیٹھ کر سگرٹ کا دھواں بلا روک ٹوک چھوڑتے ہیں۔ اور غریب سکھوں کے ناک چڑھانے پر پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ دیہات میں ہندو بنئے اپنی دوکانوں پر بیٹھے حقہ نوشی کرتے رہتے ہیں اور غریب سکھ ان کے گرد بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن گئو کا سوال جب اٹھتا ہے۔ تو وہ غریب مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اور لالہ جی دکان پر بیٹھے حقہ ہی گڑگڑایا کرتے ہیں۔ ہندو زبانی طور پر گئو بھگت ہیں اور انجان سکھ عملی طور پر۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ سکھ اس معاملہ میں علانیہ کہدیں۔ کہ گائے کی مذہبی عظمت کا سوال خالص ہندو سوال ہے اور سکھ جہاں جھٹکہ پر کسی قسم کی بندش برداشت نہیں کر سکتے۔ وہاں دوسروں کو بھی کوئی خوراک کھانے سے روکنا نہیں چاہتے"

(بحوالہ "انقلاب" لاہور۔ ۱۴ اگست)

سکھ غور کریں

اب معاملہ بالکل صاف ہے۔ سکھ صاحبان کے مقدس گرنتھ ان کے بزرگان کرام کا طریق عمل اور سکھ اخبارات ہرگز ہرگز گئو پوجا یا گئو رکھشا کے حامی نہیں ہیں۔ ناواقف دیہاتی سکھوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہندوؤں کے کہنے میں آکر جو غلط رستہ انہوں نے اختیار کیا ہے۔ وہ ان کے شری گرنتھ صاحب اور گورو صاحبان کے مسلک سے کوسوں دور ہے۔

اگر وہ اب بھی نہیں سمجھیں گے۔ تو یقیناً وہ سکھ مذہب کے ساتھ بغاوت کرینگے۔ اس موقعہ پر پڑھے لکھے اور ذی علم سکھ صاحبان کا یہ فرض ہے کہ اپنے ان دیہاتی سکھ اور ناواقف بھائیوں کو سمجھائیں۔ کہ وہ سکھ گوروؤں کے احترام کی خاطر اور سکھ مذہب کے وقار کی خاطر کسی کے کہنے میں نہ آئیں۔ اور وہ راستہ اختیار نہ کریں۔ جو انہیں سکھ مذہب سے دور پھینک دے۔ اگر پڑھے لکھے سکھ صاحبان اس موقعہ پر خاموشی سے کام لیں گے تو اپنے مذہب کو خود اپنے ہاتھوں نقصان پہونچائیں گے۔ اور اس صورت میں سکھ تمدن کو اور سکھ مذہب کو وہ زبردست دھکا لگے گا۔ کہ پھر اس کی تلافی قریباً ناممکن ہو جائے گی۔

اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے۔ کہ بیچارے اپنے مذہب سے ناواقف سکھ دوست اپنے مذہب سے واقف ہو کر اس معاملہ میں مسلمانوں سے جنگ و جدال ترک کر دیں۔ تاکہ اس بدقسمت ہندوستان کو امن نصیب ہو۔ اور یہ ہر دو بہادر اقوام ایک دوسری کے دکھ درد میں شریک ہو کر امن اور آشتی کی زندگی بسر کریں۔

ہندوؤں سے

پیشتر اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں۔ کچھ باتیں سمجھ دار ہندو صاحبان سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ ہم کب تک باجے اور گائے کے سوال پر ایک دوسرے کا سر پھوڑتے رہیں گے۔ کیا ہماری اس خفیف الحرکتی پر ہمسایہ ممالک ہنسی نہیں اڑاتا ہے۔ کیا اس تنگ ظرفی اور تنگ نظری کی فضا میں ہندوستان کو کبھی خواب میں بھی امن نصیب ہو سکتا ہے۔ اور کیا ہم اسی برتے پر سوراج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان طرفۃ العین کے لئے بھی کسی کے راستہ میں حائل نہیں ہونا چاہتے۔ کیا مسلمانوں نے قادیان میں اشارتاً بھی جھٹکہ کی مخالفت کی ہے۔ ہماری طرف سے خواہ کوئی جھٹکہ کھائے۔ یا سور کھائے۔ یا کچھ اور ہرگز ہرگز کوئی روک نہیں۔ اور اسی بردباری اور رواداری سے ہندوؤں وغیرہ کو بھی کام لینا چاہیئے۔

گائے کا گوشت کھانا ایک مسلمان کا پیدائشی حق ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے اس حق کا اس رنگ میں استعمال کریں۔ کہ ہمسایہ قوم کے جذبات کو چوٹ نہ لگے۔ کیونکہ یہ اخلاقی بات ہے۔ اور اس اخلاقی شق کو نہ پہلے کبھی مسلمانوں نے نظر انداز کیا ہے۔ اور نہ آئندہ نظر انداز کرنے کا خیال ہے۔ اور اگر ہندو صاحبان بزور بازو مسلمانوں کو اس حق سے محروم کرنا چاہیں۔ تو یہ ان کی قطعی غلطی ہے۔ ابھی وہ بازو دنیا میں نہیں پیدا ہوئے جو بزور مسلمانوں کو اس حق سے محروم کر سکیں جب تک مسلمانوں کا آخری فرد بھی زندہ ہے۔ وہ اس حق کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ ہاں محبت اور صلح صفائی کی دنیا الگ ہے۔

میں پھر اپنے ہندو دوستوں سے یہ کہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کو ان کے پیدائشی حق سے محروم کرنے کا وہم دل سے نکال دو۔ جب مسلمان کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہتے۔ تو پھر مسلمان خود محروم ہونا کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی بہتری اور خوشحالی اسی میں ہے۔ کہ زید کو زید کا حق ملے اور بکر کو بکر کا۔ ورنہ پھر اس فضا کی موجودگی میں یہ ہندوستان جنت نشان کی بجائے تیرہ خاکدان ہی رہے گا۔ اور اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں۔ جو دوسروں کو ان کے مذہبی حق سے بزور محروم کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہی لوگ درحقیقت اپنے ملک اور امن کے خطرناک دشمن ہیں۔ مضائقہ نہیں خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔

خدا ہمیں سمجھ دے اور ہماری ہر حرکت امن پیدا کرنے والی ہو کیونکہ ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے۔

مقامی ضروریات کیلئے چندہ

گزشتہ دنوں میں نے حضرت اقدس کی منظوری سے اعلان کیا تھا۔ کہ صوبہ سرحد اور بنگال کی جماعتوں کو اجازت دی جاتی ہے۔ کہ وہ مقامی ضروریات کے لئے چندہ عام میں سے دس فیصدی رکھ لیا کریں۔ لیکن بعض جماعتوں کی تحریک پر حضور کی خدمت میں دوبارہ عرض کیا گیا۔ کہ ہر قسم کے چندوں میں سے دس فیصدی رکھنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اجازت عطا فرما دی ہے اس لئے بذریعہ اعلان ہذا ہر دو صوبوں کی جماعتوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آئندہ ہر قسم کے چندوں میں سے دس فیصدی مقامی ضروریات کے لئے رکھنے کی اجازت ہے۔

ناظر اعلیٰ - قادیان

ذبح قادیان کے متعلق مسلمانوں کا فرض

مذبح قادیان کے متعلق اخبارات میں بہت کچھ لے دے ہو رہی ہے۔ میں گو جماعت احمدیہ کے عقائد سے شدید اختلاف رکھتا ہوں۔ لیکن مذبح کا سوال کوئی مرزا صاحب کا دعوےٰ نہیں۔ کہ ہم اس کی مخالفت کریں یا اسے نظر انداز کر دیں۔ یہ مسلم قوم کے حقوق کا سوال ہے۔ اور قیام حقوق کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ کہ یہ مذبح قادیان میں واقعہ ہے۔ یا اس سے زیادہ احمدی لوگ مستفید ہونگے۔ اور نہ ہی سکھوں نے اسے خاص احمدیوں کو نقصان پہونچانے کے لئے گرایا ہے بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں اور سکھوں کی حد درجہ کی عداوت کا یہ بدترین مظاہرہ ہے۔ ورنہ کیا ڈلہکا میں بھی احمدیوں نے مذبح تعمیر کیا تھا یا کیا میانی۔ کلانور۔ بٹالہ وغیرہ ہندوستان کے سینکڑوں شہروں اور چھاؤنیوں میں مذبحے احمدیوں کے ہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اور اس کا جواب دینا ہر سچے مسلمان پر فرض ہے۔

یہ کیا مضحکہ خیز بات ہے؟ کہ مسلمان گائے کا گوشت کھائیں۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کے جذبات مجروح ہو جائیں یا مسلمان اذان دیں۔ تو ہندوؤں اور سکھوں کے کھانے بھرشٹ ہو جائیں۔ یہ سب بہانے ہیں۔ اصل میں مسلمانوں کے افتراق و انشقاق نے انہیں اس حد تک ذلیل کر دیا ہے۔ کہ غیر اُن کی غیرت کا کڑے سے کڑا امتحان لے رہے ہیں۔ ہماری ہر دو جہان میں سب سے زیادہ قیمتی اور پیاری چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت پر بھی تو یہ لوگ بے دریغ حملے کرنے سے نہیں چوکتے۔

ہم قادیانی احمدیوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ مسلم حقوق کی نگہداشت کے بہت بڑے دعویدار ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ وہ عموماً ہر موقعہ پر حفاظت اسلام و مسلمین کے لئے مشکل وقتوں میں بھی سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ اور بہت حد تک کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر عام مسلمان بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن مذبح کے معاملہ میں ان کی "وفاداری اور رواداری" بے طرح آڑے آ رہی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس موقعہ پر احمدیوں جیسی منظم جماعت نے بھی تساہل سے کام لیا۔ تو مسلم حقوق کا جنازہ پڑھ دیا جائیگا۔ میں تمام مسلمانوں سے ملتجی ہوں۔ کہ وہ غیر مسلموں کی کارروائیوں کو سنجیدگی اور غور سے دیکھیں۔ اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔ حکومت تشدد کرنے والوں سے دبتی ہے اور آجکل کوئی قوم محض وفاداری سے (جو اکثر بزدلی سمجھی جاتی ہے) اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتی۔ ذرا گورنمنٹ کی پالیسی ملاحظہ ہو۔ سکھ قانون شکنی کرتے ہیں۔ اور وہ بھی علی الاعلان گورنمنٹ کے وقار اور رعب کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ اور بالمقابل مسلمان امن پسندی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ لیکن بجائے مذبح تعمیر کرنے کے اور حکومت کے وقار کو قائم کرنے کے سکھوں اور ہندوؤں کی دلجوئی کی جا رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کی امن پسندی کی بدولت ذلیل کیا جاتا ہے۔ افسوس صد افسوس۔ کیا مسلمان اپنے حقوق کے لئے اسی طرح بے دست و پا رہیں گے۔ میں جملہ مسلمانوں سے قطع نظر اس کے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہایت زور دار الفاظ میں درخواست کرونگا۔ کہ وہ موقعہ کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

خاکسار عبدالرشید۔ کوٹ میاں صاحب۔ ضلع گوجرانوالہ

غیر مبایعین کہاں سے کہاں پہنچ گئے

(از جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب)

آجکل سرینگر کشمیر میں غیر مبایعین کے دو مبلغ میر مدثر شاہ صاحب و مرزا مظفر بیگ صاحب احمدی جماعت کے خلاف لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔ اور مولوی عبداللہ صاحب وکیل کے مکان پر (جنہیں بھائیوں کا وکیل کہنا بیجا نہ ہوگا) ٹھہرے ہوئے ہیں مولوی عبداللہ صاحب مذکور نے جو غیر مبایعین کی مقامی انجمن کے پریسیڈنٹ بھی ہیں۔ اپنے مکان پر اچھے خاصے مجمع کے روبرو اور غیر مبایعین کے مبلغین کی موجودگی میں علی الاعلان کہا کہ مرزا صاحب کے وجود سے اسلام کو اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا کہ نقصان پہنچا ہے انکی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ بڑھ گیا ہے۔ انکے بیانات و اقوال میں ہزارہا غلطیاں ہیں۔ انکے الہامات مشتبہ ہیں۔ انکی بہت سی پیشگوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ اور بعض پیشگوئیوں کا تصریح کے ساتھ ذکر کر کے انکی تکذیب کی اور ایک پیشگوئی کے متعلق تو یہاں تک کہا کہ اسکے جھوٹا ہونے پر زمین اور آسمان گواہ ہیں۔ اور کہا کہ مرزا صاحب کے جھوٹا ثابت ہونے میں نہ صرف کوئی نقصان نہیں بلکہ اس میں فائدہ ہے کیونکہ اس طرح سے ان کا نام درمیان سے مٹ کر صرف خالص اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام باقی رہ جائیگا۔ ان باتوں کو سُنکر غیر مبایعین اور ان کے مبلغین نے نہ صرف انکے خلاف کوئی لفظ نہ کہا بلکہ انکے مبلغ مرزا مظفر بیگ صاحب نے مولوی عبداللہ صاحب کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کا ذکر تمسخر اور استہزاء کے طریق برتتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب کے الہامات کا نمونہ سُنئے "کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا" "خاکسار پیپرمنٹ" "مرعی بولتی ہے" اور جب اس متہزاء کر فقرہ کا حوالہ پوچھا گیا تو کہا کہ اگر میں دکھا دوں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ پہلے کہا کہ اس صورت میں ہم اسے حضور کا الہام تسلیم کرینگے۔ اسپر انکو استہزاء کا ایک اور زرین موقع مل گیا اور خوب دل کھولکر حضور کے الہامات پر تمسخر کیا۔

ذیل میں ان لوگوں کی احمدیت دریائی حالت کا ایک اور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ستمبر کا واقعہ ہے کہ سلسلہ کلام میں غیر مبایع مبلغین کی موجودگی میں ایک اچھے خاصے مجمع کے روبرو مولوی عبداللہ صاحب مذکور نے کہا کہ مرزا صاحب نے آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل کی بنا پر یہ معیار پیش کیا ہے کہ جھوٹا مدعی ماموریت و وحی والہام اس دعوے پر قائم رہ کر تیئیس ۲۳ برس یا اس سے زیادہ مہلت نہیں پا سکتا۔ اسے لاہوری فریق درست نہیں سمجھتا اور انکے نزدیک کسی ایسے مدعی کے بی مہلت پا جانے سے اس کا صادق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جسپر میں نے ذیل کا رقعہ لکھ کر جواب کے لئے انہیں دیا۔

لاہوری فریق کے نمائندہ میر مدثر شاہ صاحب اسوقت موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے اگر لاہوری فریق کا یہ عقیدہ ہے یا وہ اس بات کا قائل ہے کہ مدعی ماموریت و وحی و الہام کے اس دعوے کے ساتھ تیئیس سال یا اس سے زیادہ عمر پانے سے اس مدعی کا صادق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور حضرت مرزا صاحب کا یہ معیار تسلیم و بیان کردہ انکے نزدیک مسلّم اور صحیح نہیں تو اسی وقت میر مدثر شاہ صاحب اس کا تحریری اقرار لکھ دیں + اس کے جواب میں اسی رقعہ پر مولوی عبداللہ صاحب نے لکھ دیا کہ میں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے لاہوریوں سے آپ خود دریافت فرمائیں + اسپر میں نے وہ رقعہ جواب کیلئے میر مدثر شاہ صاحب کو دیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے اسی رقعہ پر لکھ دیا +

"مولانا صاحب السلام علیکم۔ مناظرہ ہونیوالا ہے۔ انتظار کیجئے فقط"

غرض انہوں نے اسکی تردید نہیں کی۔ اور اس طرح سے مولوی عبداللہ صاحب کے قول کی تصدیق کی۔ اسی سلسلہ گفتگو میں اخویم مکرم مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے مولوی عبداللہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ میں اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام بھی دکھا چکا ہوں۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب اپنی بات پر مصر رہے اور کہنے لگے کہ مرزا صاحب نے اپنے الہامات کے متعلق کہا ہے کہ اگر قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہوں تو انکو مادہ سعال کیطرح پھینک دیا جائے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے۔ "آمنت .... بان القرآن المجید .... لا ینسخ ولا یزید ولا ینقص بعد رسول اللہ۔ ولا یخالف القرآن الہام الملہمین الصادقین۔ وکل ما فہمت من عویصات القرآن او ألہمت من اللہ الرحمن۔ فقبلتہ علی شریطۃ الصحۃ والصواب والسمت۔ وقد کشف علیّ انہ صحیح خالص یوافق الشریعۃ لا ریب فیہ ولا لبس ولا شک ولا شبہۃ۔ وان کان الامر خلاف ذالک علی فرض المحال فنبذناہ کلہ من ایدینا کالمتاع الردی ومادۃ السعال" (آئینہ کمالات اسلام ۲۷)

یعنی میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ قرآن مجید کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا اور اسکی تعلیمات میں کوئی کمی بیشی جائز نہیں۔ اور کسی ملہم صادق کا الہام اسکے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور مشکل مقامات قرآن کریم کے متعلق جو کچھ میں اجتہادی طور پر سمجھا ہوں یا خدا تعالیٰ سے الہام کے ذریعہ میں نے اس کا علم پایا ہے اسے میں نے درستی کی اسی علامت کے ذریعہ سے اور اسکے التزام سے قبول کیا ہے اور مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ بالکل صحیح اور شریعت کے مطابق ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر بفرض محال معاملہ اسکے خلاف ہو تو ہم ان تمام الہامات وغیرہ کو ردی چیز بلکہ مادہ سعال کیطرح اپنے ہاتھوں سے پھینک دیں۔ اس سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضور کو اپنے الہامات کی صداقت اور قطعیت کا یقین نہ تھا۔ یا یہ کہ عیاذاً باللہ ممکن ہے کہ آپ کا کوئی الہام شریعت اسلامیہ کے خلاف ثابت ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ دیکھو کہ اگر رحمٰن کے کوئی اولاد ہو تو سب سے پہلے (اسکی) عبادت کرنے کو میں (حاضر ہوں) کی رو سے ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بامر محال شکی ہے کہ اس کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے اور یہ کہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی بچہ ثابت ہو جائے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

غرض حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وحی والہام کی صداقت و قطعیت کا بحد کمال یقین تھا۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں۔

آں یقینے کہ بود عیسیٰ را	بر کلامے کہ شد برو القاء
واں یقین کلیم بر تورات	واں یقینہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں	ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

ہاں اس حوالہ سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ علی محمد المعروف باب اور حسین علی المعروف بہاء اللہ کی تصانیف جنکا نام انہوں نے الہام رکھا ہے اور جنمیں قرآن کریم کو اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر کے اسکے مقابل اور شریعت گھڑ کر پیش کیگئی ہے۔ ضرور مادہ سعال کیطرح پھینکنے کے قابل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب وکیل یہ بات سننے کیلئے تیار نہیں۔ چنانچہ اسی مجلس میں جب مولوی اللہ دتا صاحب نے ان سے سوال کیا کہ آپ بہاء اللہ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ مرزا صاحب کی تحریرات کی رو سے حضرت بہاء اللہ سچے ثابت ہوتے ہیں اور میں انکے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے (یعنی یہ کہ میں انکو ان کے دعاوی میں سچا مانتا ہوں)

آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو معیار صداقت پیش کر کے اسکی تصدیق میں الہامی شہادت کو پیش کیا ہے اسکے متعلق حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور اربعین ۴ میں فرماتے ہیں۔

"میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کیلئے آنحضرت صلعم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افتراء کر کے آنحضرت کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس برس تک مہلت پا سکے۔ ضرور ہلاک ہوگا۔ اس بارے میں میرے ایک دوست نے اپنی نیک نیتی سے یہ عذر پیش کیا تھا کہ آیت لو تقول علینا میں صرف آنحضرت صلعم مخاطب ہیں۔ اس سے کیونکر سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افتراء کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائیگا۔ میں نے اس کا یہی جواب دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول محل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوۃ کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنیوالا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر کچھ حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کیلئے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے" (ص) "جس رات میں نے اپنے اس دوست کو یہ باتیں سمجھائیں تو اسی رات مجھے خدا تعالیٰ کیطرف سے وہ حالت ہو کر جو وحی اللہ کے وقت میرے پر وارد ہوتی ہے وہ نظارہ گفتگو کا دوبارہ دکھلایا گیا۔ اور پھر الہام ہوا قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ یعنی خدا نے جو مجھے اس آیت لو تقول علینا کے متعلق سمجھایا ہے وہی معنی صحیح ہیں" (ص) اسکے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ اربعین ۳ میں اسی معیار کے ثبوت میں لکھ کر تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کو اور خصوصاً جمیع فرق اسلامیہ کے نامی علماء کو اسکے جواب کیلئے نہایت زور دار چیلنج دیا تھا۔ اور پانچسو روپیہ انعام رکھا تھا جسکو آجتک کوئی شخص توڑ نہیں سکا۔ مگر آج بعض احمدی کہلانیوالے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں اندھے ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مسلمانو! کیا تم زندہ رہنا چاہتے ہو؟

(از جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

ہندوستان ہی نہیں۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف طاغوتی قوتیں ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے۔ میں نے فاروق میں "اسلام کا دنیا میں حشر" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین لکھا تھا۔ اس پر ابھی دو مہینے بھی گذرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا ہے فلسطین میں یہودی فتنہ نے مسلمانوں پر زندگی دوبھر کر دی ہے۔ اور ہندوستان میں مجوسی فتنہ مسلمانوں کو کچل دینے کے منصوبوں میں رات دن مصروف ہے۔ ان حالات میں اگر مسلمان دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں

عالمگیر اسلامی اتحاد کی ضرورت

ہے۔ ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو اپنے اندرونی اختلافات کو چھوڑ کر اغراض مشترکہ کے لئے ایک ہو جانا چاہئے۔ یہ آواز دوسرے ممالک تک نہیں جا سکتی۔ اس لئے میں سردست اسے ایک آرزو اور ارمان کے رنگ میں چھوڑ کر ہندوستان کے مسلمانوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہندوستان کے مسلمان

ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی حکومت کو کھو کر کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ ہندوؤں نے انہیں ہر طرح ذلیل اور پامال کرنے کی متواتر اور پیہم کوشش جاری رکھی ہے۔ وہ انہیں ہندوستان میں بحیثیت مسلمان زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ ان کے نقطہ خیال اور قومی قراردادوں کے لحاظ سے مسلمانوں کو ہندوستان میں دو ہی طرح زندہ رہنے کا حق ہے۔ یا تو وہ اسلام کو چھوڑ کر ہندو بن کر مرتد ہو جائیں یا پھر اپنی مذہبی اور ملی حیات کو اپنے ہاتھ سے ختم کر دیں اب یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ کہ ان دونوں باتوں میں سے جسے چاہیں پسند کریں۔

سنجیدہ مطالعہ کے قابل باتیں

میں یہ باتیں مسلمانوں کے سنجیدہ مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں اور واقعات کی مسلسل رفتار میری مؤید ہے۔ شدھی کا ہنگامہ جو ہندوستان میں گرم کیا گیا تھا۔ وہ ابھی کل کی بات ہے۔ کس جوش اور سرگرمی سے اس فتنہ ارتداد کو بڑھایا گیا۔ اور صدیوں کے مسلمانوں کو ہندو کہکر ان کی اسلام سے ناواقفی اور ہندو رسومات میں مبتلا ہونے سے فائدہ اٹھا کر انہیں مرتد کیا گیا۔ علماء اسلام میں اس سے تحریک ہوئی۔ مگر نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کہ آپس میں جنگ و جدل کر کے بوٹیوں اور بسکٹوں پر لڑ کر گھروں کو واپس آ گئے۔ اور شدھی سبھا اب تک مستقل کام کر رہی ہے۔ پھر اچھوتوں کو ہندو بنانے کا سوال کھڑا کیا گیا۔ اور ان کو بظاہر انسانیت کے حقوق دینے کا دعویٰ کر کے ان قوموں کو ہندو بنا لیا گیا۔ تاکہ ہندوؤں کی نیومیریکل قوت جو پہلے ہی سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور بھی مضبوط ہو جائے۔ مسلمان ان تمام باتوں کو دیکھتے ہیں۔ اور اپنی فرضی قوت۔ بہادری۔ جان نثاری کے بلند بانگ دعوے کر کے رہ جاتے ہیں۔ ہندوؤں نے مختلف مقامات پر ہندو مسلمان فسادوں میں اپنی قوت کا ثبوت دیا۔ اور مسلمانوں نے مار بھی کھائی اور پھر مقدمات میں بھی وہی زیادہ پکڑے گئے نتیجہ جو کچھ نکلا وہ سب کے سامنے ہے۔

ایک اور فتنہ

اب ایک اور فتنہ اور نہایت خطرناک فتنہ کھڑا ہونے کو ہے۔ صوبجاتی اور مرکزی قانونی کونسلوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اور وہ اپنے اثر اپنے روپیہ سے کمزور طبیعتوں کو خریدنے کے داؤ گھات سے خوب واقف ہیں۔ ایک بہت بڑے مرہٹہ اخبار نویس نے ایک ایسا قانون بنانے کی تحریک شروع کی ہے۔ کہ تبدیل مذہب کے لئے کچھ ایسی پابندیاں عائد کر دی جائیں۔ کہ ہندو مسلمان نہ ہو سکیں۔ میں ہر ایک قوم اور ہر مذہب کے افراد کے لئے اپنی قوم اور مذہب کی حفاظت کے جائز حقوق کو برا نہیں سمجھتا۔ بلکہ ان کا حق سمجھتا ہوں۔ لیکن صداقت کی راہ میں روکیں پیدا کرنا نہایت بڑی شرارت ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے متعلق ہندو مردم شماری میں یہ تجویز درپیش ہے۔ کہ جو شخص اپنا مذہب ہندو کہدے اس سے مزید تشریحات اور استفسارات نہ ہوں۔ مگر اے مسلمانو! تم ابھی تک اپنی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو۔ ان تمام واقعات اور حالات پر یکجائی نظر کرو۔ اور پھر بتاؤ۔

کیا تم زندہ رہنا چاہتے ہو؟

اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے۔ تو پھر اس زندگی کے اسباب بھی پیدا کرو۔ اور بقائے نوع کے ان تمام اصول اور گُر ں کو اختیار کرو۔ مندرجہ بالا فتنہ پر ایک

ذبح گائے کا فتنہ

کھڑا کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ فتنہ پرانا ہے۔ مگر اب اسے پوری قوت اور طاقت کے ساتھ طول و عرض ہندوستان میں برپا کرنے کا منصوبہ کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی توجہ کو اس طرف لگا کر ان کی طاقت اور روپیہ کو خرچ کر دینے کی سازش ہو چکی ہے۔ اگر اس فتنہ کی طرف سے غفلت کی گئی۔ تو یاد رکھو۔ کہ تمہارے

خورد و نوش اور لباس پر بھی پابندیاں

عائد کر دی جائینگی۔ اور پھر رفتہ رفتہ اسلام جیسی پیاری اور محبوب چیز تم سے چھین لی جائیگی۔ اس فتنہ گائے نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کو ابتلا میں ڈالدیا تھا۔ اور وہ محض رسم و رواج کے قومی اثر کا نتیجہ تھا۔ حضرت موسیٰ کی قوم کی زندگی میں جس چیز نے سب سے زیادہ اثر کیا۔ وہ یہی

ذبح گاؤ

تھا۔ پس اگر چاہتے ہو۔ کہ اس فتنہ کا تمہاری قوم پر اثر نہ ہو۔ اور تم اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرو۔ تو گائے کے خون سے ان بنیادوں کو مضبوط کرو۔ اور اس کے گوشت سے مسلمانوں کی اخلاقی اور ملی قوتوں کو بڑھاؤ غور کرو خدا نے ایک نبی کے ذریعہ اس قوم کو ذبح بقر کا خاص حکم دیا۔ اور قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ یہ فتنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بھی کسی رنگ میں سر نکالنے والا تھا۔ اور خصوصیت کے ساتھ اب اس کا ظہور ہو چکا ہے۔ مختلف مقامات پر مسلمانوں کے قریباً اسی چارپایہ کے سبب سے ہلاک کئے گئے۔ اور ان کا مال و اسباب تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اور بعض جگہ گھروں کو جلا دیا گیا۔ اگر ہندوستان کے ان اسلامی مصائب کی تاریخ لکھی جائے جو گائے کے فتنہ کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ تو وہ مسلمانوں کے خون سے لکھی جائے گی۔ اور اس خون کو ان کے مال و منال کی راکھ سے خشک کیا جائے گا۔ اور یہ بہت بڑی ضخیم کتاب ہوگی۔ پس اٹھو اور اس فتنہ کو قانونی حربوں سے پاش پاش کر دو۔

ذبح گائے اور قانون

قانون نے ذبح گائے کو حرام نہیں کیا۔ ۱۸۵۷ء میں جب گئوکشی کا فتنہ اٹھا۔ تو حکومت ہند کے مدبر قائم مقاموں نے علی الاعلان شائع کر دیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو گائے کے کھانے سے روکنا۔ ان کو سکھوں یا ہندوؤں کا غلام بنا دینا ہے۔ اور حکومت ہند نے ہر قسم کی آزادی انہیں دیدی تھی۔ مگر مسلمانوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور وہ حقوق ہمسائگی کی رعایت اور اس رواداری کے عادی ہو چکے تھے۔ جو اسلام سے انہوں نے سیکھی تھی۔ اور جس پر اسلامی حکومت کے ایام میں انہوں نے عمل کیا تھا۔ حالانکہ اب حالات بدل چکے تھے پس اس وقت ضرورت ہے۔ کہ مسلمان ہر جگہ اپنے ان اقتصادی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کریں۔

گائے کا گوشت کھانے والی قومیں

ایک اور بات غور کرنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ دنیا کی وہ تمام قومیں جو گائے کا گوشت کھاتی ہیں۔ اس وقت حکومت کر رہی ہیں۔ اور گائے کا گوشت نہ کھانے والے محکوم ہیں۔ میں ہندوؤں کو تو نہیں کہتا۔ لیکن مسلمانوں کو ضرور کہتا ہوں۔ کہ ان کی حکومت کو ضعف اسی بات سے پہنچا۔ کہ انہوں نے گائے کے متعلق قرآن کریم کے احکام کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس بت کو قائم رکھا۔ ہندو آج جو چاہیں کہیں۔ لیکن اگر مسٹر آر۔ سی۔ دت ہندوستان کے مشہور فاضل کا بیان درست ہے۔ جو انہوں نے ہندوستان قدیم کی تہذیب میں لکھا ہے۔ کہ:

"یہ امر بآسانی متصور ہو سکتا ہے۔ کہ پنجاب کے قدیم ہندو حیوانی غذا بھی بافراط کام میں لاتے تھے۔ ہم اکثر اشارات گائے بھینسوں۔ اور بیلوں کی قربانی کرنے اور گوشت پکانے کی بابت بھی پاتے ہیں"۔

تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ قدیم ہندو گائے کے متعلق اسقدر متعصب نہ تھے۔ لیکن اب اس فتنہ کے لئے مسلمانوں کی ملی غیرت اور احساس مذہبی کو ہلاک کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ان کی قومی اور مذہبی حیات کی رگ کو کاٹ دیا جائے۔ اس لئے مسلمان اگر چاہتے ہیں۔ کہ یہاں زندہ رہیں۔ اور ان کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ تو وہ گئوکشی کے متعلق ہندوؤں

میں ایک عالمگیر تحریک کریں۔ اور اسی گوشت کو عام کردیں۔ تاکہ جو تعصب گائے کے متعلق پیدا کردیا گیا ہے۔ وہ اٹھ جائے۔ یقیناً اس گوشت کے کھانے سے ان کی ملی غیرت اور قومی احساس کی قوتیں نشوونما پائیں گی۔ اور وہ اپنے بل بوتے پر زندہ رہنے کے اصول اور حق کو سیکھ سکینگے۔

انجمن گائے کُشی

ضرورت ہے۔ کہ جہاں اور انجمنیں اور تحریکیں قائم کی جاتی ہیں ہندوستان بھر کے لئے ایک گاؤکشی کی انجمن قائم کی جائے۔ اور قانونی حقوق کی حفاظت میں ہر جگہ مذبح قائم کئے جائیں۔ جہاں ضرورت ہو۔ اور جہاں بغیر مذبح کے مسلمانوں کی خاصی آبادیاں ہیں اس پر عمل کیا جائے۔ اس کی اسی طرح ضرورت ہے۔ جس طرح پر تحفظ مساجد کی ضرورت ہے۔ یا مسلمانوں کی تنظیم کی ضرورت ہے ہندوؤں نے خود مسلمانوں کے لئے یہ فتنہ پیدا کردیا ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اپنی قومی ہستی کی بنیادوں کو مضبوط کرو اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کے لئے آواز اٹھاؤ اگر تم نے اس موقعہ پر متحد ہو کر کام نہ کیا۔ اور ہر قسم کے اختلافات کو مٹا کر اس تحریک کا علم بلند نہ کیا۔ تو یقیناً یاد رکھو کہ تمہاری

قومی ہستی خطرہ میں ہے

اگر تم اپنے آپ کو زندہ اور اپنی نسلوں کو مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ تو قرآن مجید کی اس تعلیم کو زندہ کرو۔ جو اس نے ذبح بقر کی ہدایت میں مخفی رکھی ہے۔ یقیناً سمجھ لو۔ کہ اس

ذبح میں تمہارے لئے سرمایہ حیات ہے

”ملاپ“ اور جھوٹ کے انبار

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب)

جب جھٹکے کی دکان قادیان میں سکھوں نے کھولنے کا ارادہ کیا۔ ہندوؤں نے مخالفت کی۔ کہ نہ کھولو۔ ورنہ مسلمان مذبح گاؤ کھولنے کی کوشش کرینگے۔ مگر سکھ اپنی مذہبی آزادی اور تمدنی حقوق کے درپے تھے۔ قادیان کے ہندوؤں کا مشورہ قبول نہ کیا۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ صاحب نے احمدی سربرآوردہ لوگوں سے سکھوں کے سامنے پوچھا۔ تو احمدیوں کی طرف سے جواب دیا گیا۔ اور تحریری یادداشت سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مجسٹریٹ ضلع کو دی گئی۔ کہ ہم کسی قوم کی آزادی میں جو قانوناً اسے حاصل ہے۔ روک پسند نہیں کرتے۔ ہم اپنے حقوق میں بھی آزاد ہیں۔ اور دوسروں کی آزادی کو بھی روکنا ظلم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ناخواندہ احمدی اور غیر احمدی مسلمان جھٹکے کے نام سے چڑتے ہیں۔ مگر ہم انہیں سمجھاتے رہتے ہیں۔ ہندوؤں نے مخالفت اس بنا پر کی تھی کہ انہیں یقین تھا۔ کہ احمدی درخواست مذبح کی دینے لگے ہیں۔ کیونکہ ان کی آبادی گوشت کھانے والی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اور عرصہ سے وہ اپنی ضرورتوں کے لئے اپنے گھروں میں گائے کیا کرتے تھے پس انہیں خوف تھا۔ کہ کہیں جھٹکا محرک نہ ہو جائے۔

احمدی پہلے ہی درخواست دے چکے تھے۔ صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے چاروں طرف پھر کر موقعے دیکھے۔ پورے چھ ماہ کے عرصہ میں مذبح جاری ہوا۔ اس ۶ ماہ کے عرصے میں ہندوؤں نے اچھی طرح سکھ جاٹوں کو بھڑکایا۔ اور کہا کہ ہمارا روپیہ تمہارا زور ہے۔ تو کیا مجال ہے۔ مسلمانوں کی۔ کہ مذبح بنا سکیں۔ شیر اور سورما بنا کر غریبوں کو آمادہ فساد کیا۔ عید قربانی سے پہلے بہت سی تلواریں منگائیں۔ اور ایک دن میں ۸۰ دیہات والوں کے ہاتھ فروخت کیں۔ عید پر ایک سکھ نے جو اس تمام پروپیگنڈے میں ہندوؤں کا شریک کار نہیں۔ بلکہ شریک غالب بنا ہوا ہے۔ اپنے گھر سکھوں کو جمع کرنے کا انتظام کیا۔ سرکس آیا ہوا تھا۔ چودھری محمود خان انسپکٹر پولیس نے جو مناسب ہوشیار افسر ہیں۔ سرکس کو فوراً یہاں سے اٹھا دیا۔ اور سکھوں کی نگرانی مناسب طریقے سے کی۔ تو نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عید کے روز ان کے فساد کے ارمان پورے نہ ہو سکے۔ آخر کار شریروں نے غریب جاٹوں کو ابھار کر مذبح گروایا۔ پولیس افسر کی عاقبت نااندیشی نے انہیں مذبح گرانے میں مدد دی۔ اور ۱۸ گھنٹے پہلے معلوم ہونے پر پولیس سے مسلح گارد نہ منگوایا گیا۔ اب ذرا سی دیر میں گارد آجاتا ہے۔

ہندوؤں نے ہتھیار اپنی حفاظت کے لئے کافی جمع کئے ہوئے ہیں۔ اور سکھوں کے پاس کرپانیں اور چھویاں۔ کلہاڑیاں موجود ہیں احمدیوں نے قانون کو مذہباً قائم رکھنے کے عہد کے سبب کچھ نہ کیا۔ پولیس کی عاقبت نااندیشی سے ڈر کر اپنی حفاظت کے لئے لاٹھیوں پر ٹوکرا لوہے کی جو نہایت موٹی دھار کی تھی۔ لفظ دھار اس پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ پہاڑی چھریوں سے بھی کم ضرر پہنچانے والی بوری تھی۔ اپنی حفاظت کے لئے بنوائی۔ کہ ہندوؤں نے تار دیا۔ ایک ہزار برچھے تیار کر لئے گئے۔ اور اخباروں میں شور مچایا گیا۔ پولیس نے وہ چھریاں ہم سے مانگیں۔ اور ہم نے دیدیں۔ اور بتا دیا۔ کہ ہماری سمجھ میں یہ برچھے کی تعریف میں نہیں آتیں۔

چونکہ خود چھویاں سکھوں کے پاس موجود ہیں۔ غل مچانا شروع کیا ہے۔ کہ چھرے تقسیم کئے ہیں۔ زبردستی مذبح گرایا۔ شہر میں جھٹکے کے گوشت کو علانیہ بکوایا۔ ہمارے لنگرخانہ میں جھٹکے کی کھال بھیجی جھٹکے کی کھال کہکر ایک لڑکا جس کے پیچھے دو سکھ تھے۔ لنگرخانہ پہنچے ہم نے پولیس کو اطلاع کردی۔ ایک سکھ کانسٹبل اور ایک لڑکا ہمارے ایک مکان کی دیوار پر چڑھ کر اندر جھانکتے رہے تھے۔ ہم نے ان تمام اشتعال انگیزیوں پر صبر کیا۔ اور موجودہ پولیس کو اطلاع کردی۔ باوجود اس کے ہم پر ظالم ہونے کا الزام لگایا جارہا ہے۔

اصل یہ ہے۔ کہ ہندو پریس متحد ہے۔ اور دن رات مشورے مسلمانوں کو مٹانے کے کرتا ہے۔ لیڈر کیا پبلک کیا۔ سرکاری ملازم کیا سوائے بعض شرفا کے سب کا رجحان ہے۔ کہ ہندو حکومت (جواب بھی قائم ہے۔ مگر پوری قوت کے ساتھ نہیں ہے۔ انگریزوں کا زبردست ہاتھ کبھی کبھی ان کے منصوبے مٹا دیتا ہے) اس کو مضبوطی سے قائم کیا جائے۔ جس قدر ہتکنڈے اس مقصد کے لئے ضروری ہیں سب کئے جاتے ہیں۔ جھوٹ لکھنے اور بولنے سے دریغ نہیں۔ گالی کا جواب جوتے دینے کی پالیسی جو قوم برت سکتی ہے۔ وہی اس پروپیگنڈا کا جواب دے سکتی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے۔ کہ یہ لوگ بم تیار کرکے جب مسلح ہو جاتے ہیں۔ تو دوسروں پر الزام چھرے تقسیم کرنے کا لگانا شروع کر دیتے ہیں ابھی تو چھرا ہے۔ ملاپ کے ہونہار شاعر ایڈیٹر عنقریب ہوائی جہاز اور بم گرانے کا سامان احمدیوں کے غریب گھروں میں مہیا کردینگے۔ یہ دشمنان امن ۲۰ ۲۰ اسے اکھاڑوں میں قوت کے مظاہرے کر رہے ہیں۔ یہاں قادیان میں تو مذبح کا سوال تھا۔ ۲۷ء میں لاہور میں کیا تھا۔ کہ مسجد سے نکلتے ہوئے بے گناہ مسلمانوں کو شہید و مجروح کیا گیا۔

غرض ہر طرح زندگی کا ہندو مسلمانوں کے تباہ اور فنا کرنے کا سامان تیار کر رہا ہے۔ دفاتر میں علیحدہ مسلمان ذبح کئے جاتے ہیں۔ بازاروں میں علیحدہ۔ عدالتوں میں علیحدہ۔ غرضکہ ہندو سوراج کا مزہ مسلمان خوب چکھ رہے ہیں۔ گورنمنٹ غیر ملکی ہے۔ کثرت ہنود سے خود بھی گھبراتی ہے۔ اور غیر احمدی مسلمانوں کا بڑا حصہ اس خیال میں مبتلا ہے کہ وہ گو نہ چشم پوشی کرتی ہے۔ تاکہ اتحاد ہندو مسلم خواب و خیال سے بھی گذر کر افسانہ کی شکل میں بھی نہ رہے۔ گاندھی جی کے مرید انہیں چھوڑ گئے کیونکہ مالوی جی اور گاندھی جی اور ڈاکٹر مونجے پنڈت نہرو جی یہ سب ایک قوم کے مختلف رنگ ہیں۔ جو ہلاکت مسلم کے لئے تیر برسا رہی ہے۔

ترسیل زر کے متعلق اعلان

احباب کو یاد ہوگا۔ کہ ناظر صاحب اعلےٰ ناظر صاحب بیت المال و محاسب صدر انجمن احمدیہ نے علیحدہ علیحدہ بارہا احباب سے یہ درخواست کی ہے۔ کہ بیمہ ہو یا منی آرڈر چک ہو یا ڈرافٹ جس کے حاصلات سلسلہ کے خزانہ کے متعلق ہوں۔ وہ کسی کے ذاتی نام پر نہ بھیجا کریں۔ بلکہ صرف عہدے کے نام پر۔ مگر باایں ہمہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ بعض احباب نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ خاص نام لکھنے کی وجہ سے ڈاکخانہ بلحاظ اپنے قواعد کے مجبور ہے۔ کہ مکتوب الیہ کے بغیر کسی کو نہ دے۔ اس لئے وہ بیمہ ہو یا منی آرڈر۔ چک ہو۔ یا ڈرافٹ۔ محاسب وصول نہیں کرسکتا۔ پس براہ مہربانی آئندہ کے لئے احباب مزید توجہ سے کام لے کر تمام اقسام کے اموال صرف ”محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان“ کے عہدے کے خطاب پر بھیجا کریں۔ نہ کہ ذاتی نام پر جسکی وصولی میں بہت دقت ہوتی ہے۔ احباب نوٹ کرلیں۔ کہ آئندہ چک ہو یا بیمہ ہو۔ یا منی آرڈر کسی کا نام نہ لکھا کریں۔ اور نہ سوا محاسب کے کسی کے عہدے کے نام پر بھیجا کریں۔

(محمد اشرف قائم مقام ناظر بیت المال و محاسب)

مسٹر ملاپ۔ "برعکس نہند نام زنگی کافور" اصل میں یہ نفاق ہیں۔ جب آپ جیسے فتنہ پرداز راستی کو ذبح کرنے والے موجود ہوں۔ تو کسی غیر ملکی حکومت پر الزام لگانے کا کس قدر سخت ابلہ فریبی اور دروغ بافی ہے۔ کہا جاتا تھا۔ کہ سرکاری آدمی رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ مگر ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہندو پریس میں جن ایڈیٹروں نے جنم لیا ہے۔ وہ عدم سے پہاڑ پیدا کر دیتے ہیں۔ رائی تو پھر بھی کچھ حقیقت رکھتی ہے۔ بات تو جب ہے۔ کہ اگلے ملاپ میں "مزدور مشین گن ہوائی جہاز احمدی گھروں میں موجود ہیں تلاشی لی جائے" کا عنوان قائم کیا جائے۔

یہ بھی ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ غریب مسلمانوں کو جو سکھوں کے گاؤں میں رہتے ہیں۔ آریہ۔ جہاشہ۔ جاٹوں کو بھڑکا کر انہیں تنگ کرا رہے ہیں۔ گاؤں میں سے نکلنے کے راستے روکے جاتے ہیں۔ مارا پیٹا جاتا ہے۔ مگر خوبی یہ ہے۔ کہ خود مار پیٹ کر فوراً ہم پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ مرزائی مار رہے ہیں۔ اور مار بھی سکھوں کو رہے ہیں ہندوؤں کو نہیں۔ کیا مرزائیوں کو کوئی ہندو چھپانے کے لئے نہیں ملتا۔ کہ وہ صرف سکھوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اصل تو صرف یہ ہے۔ کہ ہندو خود پیچھے رہتے ہیں۔ اور سکھوں کو مسلمانوں سے لڑواتے ہیں۔ جیسا پہلے شاہی زمانہ میں کرتے رہے ہیں۔

قادیان مہابیر دل کے سیکرٹری کا مضمون بھی ۸ ستمبر کے ملاپ میں چھپا ہے۔ بہت بڑی موشگافی کی ہے۔ چودھری فتح محمد صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب نے جب نائب تحصیلدار صاحب سے کہہ دیا۔ کہ ہمیں بوچڑ خانہ سے کیا مطلب ہے۔ تو اب اپیل میں کس منہ سے شرکت کا دعوےٰ ہے۔ دل بادل صاحب کے سیکرٹری صاحب کو واضح رہے۔ کہ عمارت بوچڑ خانہ سے ہمیں واقعی کیا تعلق ہے ہمیں تو سرکار کی طرف سے مذبح چاہئے۔ تاکہ ہم اپنی ضروریات پوری کریں۔ گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ مذبح بنوائے۔ سو دفعہ اگر مذبح گرایا جائے۔ تو ہمیں کیا غرض لوکل سلف گورنمنٹ انتظام کرے گی۔ مگر مذبح ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے ہم اپیل کے فریق بنتے ہیں۔ کہ ہماری ضرورت کو بند نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اُسے ٹھکرایا جاسکتا ہے۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب کی وفات پر اظہار افسوس

احمدیہ یوتھ لیگ ماریشس حضرت علامہ حافظ روشن علی صاحب کی بیوقت موت پر نہایت گہرے صدمہ کا اظہار کرتی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں اس نقصان کا بہت احساس ہے۔ جو آپ کی وفات سے جماعت احمدیہ کو اٹھانا پڑا۔ ہم آپ کے اخبار کے قیمتی کالموں کے ذریعہ حضرت علامہ کے رشتہ داروں کیساتھ گہری ہمدردی کا ووٹ پیش کرتے ہیں۔ اور انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم لوگ بھی اس گہرے صدمہ میں انکے ساتھ مساوی حصہ دار ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس جگہ کو جلد پُر کرے۔ جو حافظ صاحب کی وفات سے جماعت کے اندر خالی ہو گئی ہے۔ (پریذیڈنٹ لیگ)

انہدام مذبح قادیان کے خلاف اظہار غم و غصّہ کی قرار دادیں

مختلف مقامات پر مسلمانوں کے جلسے

بھاگل پور کا جلسہ

بھاگل پور کے تمام فرقوں کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جلسہ مقامی احمدیہ جماعت کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل ریزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔ اور بذریعہ تار گورنر صاحب بہادر پنجاب کی خدمت میں بھیجا گیا۔

مذبح قادیان کا انہدام مسلمانوں کے حقوق کے لئے نہایت ضرر رساں ہے۔ اگر اس معاملہ میں ملزمان کو بغیر سزا دئے چھوڑ دیا گیا۔ تو ملزمان اور ان کے اہل مذہب تمام ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق بزور چھیننے پر دلیر ہو جائینگے۔ نیز اس بات سے گورنمنٹ کی بھی کمزوری ثابت ہوگی۔ اس واسطے ہم تمام فرقوں کے مسلمان جو یہاں جمع ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کو ہرگز ہرگز نظر انداز نہ کرے۔

مسلمانان سوہڈی سب ڈویژن کا جلسہ

جمیع مسلمانان سوہڈی سب ڈویژن پاک پٹن کا یہ جلسہ مذبح قادیان کے انہدام کو سخت نفرت و رنج کی نگاہ سے دیکھتا اور ذبح گاؤ کی اجازت کو منسوخ کئے جانے کے خلاف سخت پروٹسٹ کرتا ہے۔ نیز کمشنر صاحب کے رویہ کے خلاف بھی نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے وقار کو قائم رکھے۔ اور ملزمان کو عبرتناک سزائیں دلوائے۔ اور مسلمانوں کے حقوق کی پورے طور پر حفاظت کرے۔

جماعت احمدیہ کیمبل پور کا جلسہ

قادیان کی بڑھتی ہوئی مسلم آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے مذبح قادیان کو قائم رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس کے ہٹائے جانے سے بہت بُرا اثر پڑے گا۔ ایک تو یہ کہ گورنمنٹ کی کمزوری ظاہر ہوگی۔ دوم یہ کہ گرد و نواح کی غیر مسلم آبادی میں اور زیادہ مقابلہ کرنے اور زور دکھانے کی جرأت پیدا ہوگی۔ اس معاملہ کے اصل محرکوں کو سزا ملنی ضروری ہے۔ قادیان خصوصیت کے ساتھ احمدیوں کی مقدس بستی ہے۔ ہماری جماعت احمدیہ جو تمام ہندوستان کے مختلف مقامات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے احساسات اور حقوق کی نگہداشت کا ضرور لحاظ رکھا جائے۔ (سیکرٹری انجمن احمدیہ کیمبل پور)

کوٹ میاں صاحب اور ویل پور کا جلسہ

۱۱ ستمبر بوقت سہ پہر مسلمانان کوٹ میاں صاحب اور ویل پور کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ جس میں حسب ذیل قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں:۔

۱۔ یہ جلسہ مذبح قادیان کے گرائے جانے پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کی اپنے مذہبی حقوق میں مداخلت کو ہرگز ہرگز گوارا نہیں کرتا۔

۲۔ یہ جلسہ حکومت سے درخواست کرتا ہے۔ کہ قیام امن اور گورنمنٹ کے وقار کی خاطر مذبح جلد از جلد تعمیر کرایا جائے۔ اور یہ کہ مجرمین کو واقعی سزا دی جائے۔

۳۔ یہ جلسہ کمشنر صاحب لاہور کے مسلمانوں کے متعلق غضبناک رویہ کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

۴۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا ریزولیوشنز کی نقول بخدمت گورنر صاحب بہادر پنجاب۔ کمشنر صاحب لاہور۔ ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور اور پریس کو بھیجی جائیں۔ (عبدالرشید سیکرٹری)

وڈالہ بانگر کا جلسہ

۱۰ ستمبر بوقت شام جملہ فرقہ ہائے اسلامی قصبہ وڈالہ بانگر ضلع گورداسپور کے نمائندگان کا ایک غیر معمولی اور اہم جلسہ ہوا۔ جس میں حسب ذیل ریزولیوشنز باتفاق آراء پاس ہوئے:۔

۱۔ یہ جلسہ سکھوں کے مذبح قادیان کو منہدم کرنے کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا۔ اور اسے مسلم حقوق میں صریح طور پر دخل اندازی تصور کرتا ہے۔

۲۔ یہ جلسہ پولیس کے اپنے سامنے مذبح گروانے کو اس بے چینی اور ہیجان کا ذمہ وار گردانتا ہے۔

۳۔ یہ جلسہ کمشنر صاحب لاہور کی مسلمانوں کے متعلق حقارت آمیز پالیسی کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

۴۔ یہ جلسہ گورنمنٹ سے پُرزور درخواست کرتا ہے۔ کہ جلد از جلد مذبح تعمیر کرا دے۔ اور قانون شکنوں کو قرار واقعی سزا دے۔ تاکہ مسلمانوں کے جذبات حد سے زیادہ مشتعل ہو کر کوئی ناگوار صورت نہ اختیار کر جائیں۔

۵۔ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے۔ کہ مسلم حقوق کی حفاظت کے پیش نظر جملہ اسلامی اخبارات کو مذبح کے قیام کے لئے پُرزور پروپیگنڈا کرنا چاہیے۔

۶۔ یہ جلسہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا ریزولیوشنز کی نقول بخدمت گورنر صاحب پنجاب۔ کمشنر صاحب لاہور۔ ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور۔ ناظر امور عامہ قادیان۔

مسلمانان گولیکی کا جلسہ

۱۲ ستمبر - مسلمانان گولیکی ضلع گجرات نے ایک اجلاس میں حسب ذیل قرار دادیں باتفاق رائے پاس کیں۔

(۱) ہم مسلمانان گولیکی ضلع گجرات بڑے زور کے ساتھ حکام کے اس رویہ کی مذمت کرتے ہیں۔ جو انہوں نے قادیان کے مذبح کے انہدام کے وقت شوریدہ سر سکھوں کے بدروکنے میں اختیار کیا۔ نیز ہم کمشنر صاحب لاہور کے رویہ پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔

اگر گورنمنٹ نے مسلمانوں کے مطالبات کو پورا کرنے کا انتظام نہ کیا۔ تو غیر مسلموں کو مزید جبر و تشدد کی جرأت ہو جائیگی۔ اس لئے حکومت سے استدعا کی جاتی ہے۔ کہ مسلمانان ہند کے حقوق اور احساسات کا مناسب خیال رکھے۔

(۲) ہم اتفاق رائے سے فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ ریزولیوشن نمبر ۱ کی اطلاع گورنر صاحب بالا کو بذریعہ تار۔ کمشنر صاحب لاہور ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور۔ اور پریس کو بھیجی جائے۔

(پیر بشیر احمد از گولیکی)

ضرورت حافظ

محمد سعید احمد صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا کو اپنی بچی کو قرآن شریف پڑھانے کیلئے ایک ایسے حافظ قرآن کی ضرورت ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کا قاری اور خوش الحان ہو خواہشمند صاحب ہو صوف سے براہ راست خط و کتابت کریں۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

سندھ میں سیلاب

صوبہ سندھ میں اس دفعہ اس کثرت سے بارش ہوئی ہے۔ کہ جس کی نظیر سندھ کی تاریخوں میں نہیں ملتی۔ دہمیشہ اوسطاً سال میں ۸ - ۱۰ انچ بارش ہوتی رہی ہے۔ مگر اس دفعہ سنا جاتا ہے۔ کہ پچاس ساٹھ انچ سے بھی زیادہ بارش ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے مکانوں اور فصلوں اور مویشیوں کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ بعض علاقے تو ابھی تک زیر آب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا۔ کہ پہلی بارش کے بعد جو ۴ - ۳ انچ کے قریب بتائی جاتی تھی۔ چند دنوں کا وقفہ ہو گیا۔ اور دوسری بارش اور تیسری بارش کے درمیان تھوڑا تھوڑا وقفہ ہوتا رہا۔ اگر یہ سب بارش ایک ہی دفعہ برستی۔ تو سندھ کا سارا صوبہ آج سمندر نظر آتا۔ (خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے) اس تباہی کے علاوہ ایک دوسری مصیبت نے لوگوں کی کمروں کو توڑ دیا۔ اور وہ یہ کہ دریائے جہلم اور دریائے اٹک کی طغیانیاں جمع ہو کر دریائے سندھ میں اپنا رنگ دکھانے لگیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے گاؤں گاؤں میں اعلانات کرائے گئے۔ کہ اپنے بچاؤ کا سامان کر لو۔ اور کہیں اونچے مقامات تلاش کر کے ان پر چڑھ جاؤ۔ ریل مفت جاری کر دی گئی۔ خوراک وغیرہ کا انتظام سرکاری طور پر کر دیا گیا ان اطلاعات سے لوگوں کے حواس باختہ ہونے لگے۔ لوگ مسجدوں میں داخل ہو کر دعائیں کرنے لگ گئے۔ نمازیں پڑھنے لگ گئے۔ حتیٰ کہ سنا گیا ہے۔ " ڈگری " میں ایک ہندو تحصیلدار صاحب نے ہندوؤں کو جمع کیا۔ اور سب سے کہا مسجدوں میں جا کر صدق دل سے دعائیں مانگو۔ اور توحید کے نعرے بلند کرو۔ تا اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

غرض جب میں نے دیکھا۔ کہ اس وقت لوگوں کے دل نرم ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک پر خشیت کے آثار نمایاں ہیں۔ تو میں نے مفصلہ ذیل مقامات کا دورہ کیا۔ موضع ڈوبرچی۔ ٹالپور۔ چک نمبر ۱۹۵ چک نمبر ۲۰۰۔ ٹنڈو اجان محمد۔

ان سب دیہات کے لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہونچایا گیا۔ ٹنڈو اجان محمد میں چار آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے

خاکسار۔ عبد الغفور مولوی فاضل مبلغ سندھ

تلاش گمشدہ

عرصہ پندرہ روز سے ایک احمدی بیوہ عورت کا لڑکا جس کا نام محمد شفیع ہے۔ گم ہو گیا ہے۔ ہر چند لاہور۔ امرتسر وغیرہ شہروں میں تلاش کیا گیا۔ مگر نہیں ملا۔ لڑکا بعمر بیس ۲۰ برس جوان ہے۔ کتابی چہرہ گورا رنگ ہے۔ نیک طبیعت اور نمازی ہے اگر کسی کو ملے تو دفتر الفضل قادیان میں اطلاع دیں۔

ہندوستان کی خبریں

لاہور ۱۲ ستمبر۔ وادی کانگڑا کی برانچ لائن پر آمد و رفت ۱۲ ستمبر سے شروع ہو گئی ہے۔ مال کا بکنگ ۱۹ تک بند رہے گا۔

حکومت ہند نے خان بہادر دیوان عبد الحمید خان او بی ای چیف منسٹر کپور تھلہ کی خدمات وائسرائے کے زیر اہتمام صوبجات دہلی شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے لئے بنکوں کی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے حاصل کی ہیں۔

کراچی ۱۲ ستمبر۔ پوسٹ ماسٹر جنرل سندھ بلوچستان کا بیان ہے۔ کہ ڈاک کے برباد ہونے والے جہاز میں ڈاک کا ایک حصہ نکال لیا گیا ہے۔

شملہ ۱۶ ستمبر۔ اسمبلی میں ناظر خارجہ سر ڈینس برے نے مسٹر گیا پرشاد سنگھ کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ بیگار کی رسم کا خاتمہ کر دینے کے متعلق ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے۔ اب یہ رسم صرف اہم ترین ضرورتوں کے وقت مثلاً سیلاب وغیرہ کے موقعہ پر استعمال میں لائی جاتی ہیں۔

پشاور ۱۲ ستمبر۔ گذشتہ شب پشاور سے گیارہ میل کے فاصلے پر موضع کا فور ڈھیری میں خان عبد الخالق خان کے مکان پر بم پھینکا گیا۔ خان صاحب کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے بچ گئے آپ مقتول شنواری ملک میر اکبر کے رشتہ دار ہیں۔

لکھنؤ ۱۳ ستمبر۔ کل صبح دس بجے شیعوں کے مجتہد اعظم مولانا سید آقا حسن نے اپنے مکان پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

لاہور ۱۳ ستمبر۔ حکومت پنجاب نے کانگرس کے آئندہ اجلاس کے لئے ڈین پارک کی ۹۰ ایکڑ زمین سے ستر ایکڑ اراضی کانگرس والوں کے حوالے کر دی ہے۔

پشاور ۱۲ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ موجودہ حکمران کابل نے جرنیل نادر خان کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ طرفین کے نمائندے اور علماء کابل میں جمع ہوں۔ اور وہ موجودہ خونریزی کو ختم کرنے کے لئے فیصلہ کریں۔ کہ بادشاہ کون ہو۔ اس کے جواب میں جرنیل صاحب نے موجودہ حکمران کابل کو مطلع کیا ہے۔ کہ وہ پہلے تخت کو خالی کرے۔ تاکہ لوگ امن اور سلامتی کی فضا میں بغیر کسی خوف و خطر کے حق نمائندگی ادا کر سکیں۔

کلکتہ ۱۵ ستمبر۔ آج شام ہوڑہ کے ریلوے سٹیشن پر ایک لاکھ پچاس ہزار انسانوں کا ہجوم تھا۔ لاہور سے آنے والی ایکسپریس جس میں داس کی لاش تھی ٹھیک وقت پر آئی۔ اس سٹیشن پر آج تک اس قدر ہجوم کبھی نہیں ہوا

لاہور ۱۴ ستمبر۔ آج شام کو لاہور میں خانہ تلاشیوں اور گرفتاریوں کا نیا دور شروع ہوا۔ پولیس نے ایک ہندی بھون انار کلی میں چھاپہ مارا پولیس مسٹر نارنگ کو وارنٹ دکھا کر اپنے ہمراہ لے گئی۔ مزید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب سی۔ آئی۔ ڈی۔ کو ہوشیار پور میں برآمد شدہ پستولوں کے سلسلہ میں ایک نئی سازش کا سراغ ملا ہے۔ اور یہ گرفتاری بھی اسی سراغ کا نتیجہ ہے۔

شملہ ۱۶ ستمبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ درانیوں کا لشکر بغیر کسی جنگ کے قندھار پر قابض ہو گیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ درانی قبائل جرنیل نادر خان کے ساتھ اشتراک عمل کر رہے ہیں۔

شملہ ۱۳ ستمبر۔ وائسرائے مورخہ ۲ اکتوبر کو شملہ سے روانہ ہوں گے۔ کلو وادی۔ منڈی کی سیر کرتے ہوئے آپ پٹھان کوٹ اور کوہاٹ جائیں گے۔ اس کے بعد رزمک۔ میران شاہ۔ پشاور۔ مالاکنڈ چکدرہ اور خیبر کی سیر کرتے ہوئے آپ دہلی واپس آجائیں گے۔

شملہ ۱۲ ستمبر۔ آج جمعیۃ مقننہ میں مسودہ ترک غذا پیش ہوا۔ سر جیمس کریرار نے بیان کیا۔ کہ مقدمہ سازش لاہور کے مقاطعہ جوعی نے تمام قانون کو بیکار ثابت کر دیا۔ چنانچہ اس کا کوئی تدارک جلد کیا جانا چاہئے۔ مسٹر کیلکر نے تجویز پیش کی۔ کہ مسودہ کو عوام اور قانون دان اصحاب کی رائے کے لئے گزٹ وغیرہ میں شائع کیا جائے دیوان چمن لال نے کہا۔ کہ موجودہ صورت حال حکومت نے پیدا کی ہے مسٹر جناح نے کہا۔ کہ اگر حکومت پنجاب پوری مدبر اور معاملہ فہم ہوتی۔ تو مقاطعہ جوعی کا مسئلہ بڑی آسانی کے ساتھ طے پا جاتا۔ مسودہ مقاطعہ جوعی کی مدد سے سماعت مقدمات شروع کر دینا دھوکہ بازی کہلائیگا۔

شملہ ۱۴ ستمبر۔ پر جوش فضا میں اسمبلی کا آج کا اجلاس ٹھیک ۱۱ بجے منعقد ہوا۔ پنڈت موتی لال نہرو نے اس غرض سے التوا کی تحریک پیش کی۔ تاکہ اہم پبلک معاملہ یعنی اس حالت پر بحث کی جائے۔ جو کہ لاہور کے مقدمہ سازش کے زیر سماعت قیدیوں کے متعلق کارروائی اور پالیسی سے پیدا ہو گئی ہے۔ اور جس سے داس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ اور متعدد دیگر اصحاب کی زندگی خطرہ میں ہے۔ ہوم ممبر نے تحریک پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ سر جیمز کریرر نے کہا۔ کہ خواہ حالات کچھ ہوں۔ گورنمنٹ اس واقعہ پر نہایت افسوس کرتی ہے۔ جو اس مذمت کی تحریک کا موجب بنا ہے۔ تحریک ۵۵ ووٹوں کی موافقت اور ۴۷ ووٹوں کی مخالفت سے پاس ہو گئی۔

لاہور ۱۵ ستمبر ۱۹۲۹ء۔ ڈاکٹر محمد عالم اور ڈاکٹر گوپی چند ممبران پنجاب کونسل نے اپنے استعفے دے دیئے ہیں۔

اسمبلی میں سر فرینک نائس نے بتلایا۔ کہ ماہ جنوری سے لے کر ماہ جولائی ۲۹ء تک چھ لاکھ تیس ہزار روپیہ کی آسٹریلین گندم اور آٹھ کروڑ اکانوے لاکھ روپیہ کی دیگر گندم برطانوی ہند میں آئی

جالندھر ۱۴ ستمبر۔ جالندھر ریلوے سٹیشن پر ایک نیم برہنہ نوجوان کے جھولے میں سے ایک ریوالور پکڑا گیا ہے۔ یہ ریوالور چھ گولی کا ہے۔ اور جب پکڑا گیا۔ تو گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔ لاہور میں جو تلاشیاں وغیرہ ہوئی ہیں۔ یہ اسی سلسلہ میں بتلائی جاتی ہیں۔

پشاور ۱۴ ستمبر۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ جرنیل نادر خان نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جو شخص سب سے پہلے کابل کو فتح کر کے اس میں داخل ہوگا۔ اسے ۲ لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

شملہ ۱۶ ستمبر۔ پونے تین بجے ہنگر سٹرائک بل کے متعلق اسمبلی میں جو بحث ہو رہی تھی۔ وہ ابتری سے ختم ہو گئی۔ مسٹر جیمز کریرر ہوم ممبر نے اعلان کیا۔ کہ گورنمنٹ نے اس امر کو منظور کر لیا ہے۔ کہ ہنگر سٹرائک بل مشتہر کیا جائے۔

ممالک غیر کی خبریں

لندن ۱۲ ستمبر۔ حکومت نے ڈاکٹروں کا ایک خاص کمیشن مقرر کیا ہے۔ کہ وہ ان بیانات کی حقیقت معلوم کرے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مقتولین ہنگامہ فلسطین کے اعضاء و جوارح کاٹ دیئے گئے۔ آج اس کمیشن نے مقتولین کی لاشیں معائنہ کے لئے پیش کیں۔ غیر سرکاری اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ کمیشن کی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ کسی لاش کا کوئی عضو کٹا ہوا نہیں۔

مالٹا ۱۲ ستمبر۔ یہاں کی فوجوں کو جو حکم دیا گیا تھا۔ کہ فلسطین جانے کے لئے تیار رہیں۔ وہ منسوخ ہو گیا ہے۔

لندن ۱۳ ستمبر۔ رود بار انگلستان کے زیریں راستے پر اندازہ کیا جاتا ہے کہ ٹنل (سرنگ) کی تعمیر پر تین کروڑ پونڈ لاگت آئیگی اور بارہ ہزار آدمی چار سال کے لئے ملازم رکھے جائیں گے۔

رگبی ۱۲ ستمبر۔ برطانیہ کی انتشار صدا کی کمیٹی نے ہر روز نصف گھنٹہ انتشار صدا کے نظام کو ترقی دینے کے لئے وقف کیا ہے۔

بغداد ۱۲ ستمبر۔ گذشتہ شب عراق کے ہائی کمشنر گلبرٹ کلیٹن پولو کھیل کر آئے۔ اور ان کی طبیعت ذرا ناساز ہو گئی۔ چنانچہ وہ ایک پلنگ پر لیٹ گئے۔ اور سینے میں کوئی تکلیف ہو جانے کے باعث ایک ہی گھنٹے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

طہران ۱۳ ستمبر۔ مجلس نے قومیت ایران کا قانون منظور کر لیا ہے۔ جو ۱۷ ستمبر سے نافذ العمل ہوگا۔

لندن ۱۳ ستمبر۔ لارڈ پاسفیلڈ ناظر مستعمرات نے یہودی انجمنوں کے نمائندوں کے وفد کو شرف باریابی بخشا۔ اور انہیں یقین دلایا کہ حکومت برطانیہ حکم برداری یا اعلان بالفور سے دست بردار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

بیت المقدس ۱۲ ستمبر۔ غیر سرکاری اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ہیدان کے طبی کمیشن کا بیان ہے۔ کہ جو لاشیں قبروں سے نکالی گئیں ہیں۔ ان پر مثلہ ہونے کے کوئی نشانات نہیں ہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ لاشوں کی حالت زیادہ خراب ہو جانے کی وجہ سے بعض حالات میں کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنا بھی دشوار ہے۔

لندن ۱۳ ستمبر۔ روم کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ اٹلی کی گورنمنٹ نے امان اللہ کو دائمی قیام کے لئے ایک خاص محل جس کا نام "کیپر ٹاپیلس" ہے۔ دیدیا ہے۔

لندن ۱۲ ستمبر۔ ایر وائس مارشل ہٹ ڈوڈنگ برطانی ہوائی فوج کی کمان کرنے کے لئے فلسطین کو روانہ ہو گیا ہے۔

رگبی ۱۴ ستمبر۔ سیکنڈ بٹالین لنکا شائر رجمنٹ و سیکنڈ ڈورسٹ بٹالین شائر رجمنٹ آئندہ ہفتہ کو رائین لینڈ سے انگلستان کو روانہ ہو جائیں گی۔

قاہرہ ۱۲ ستمبر۔ مجلس اتحاد مصر کے ایک جلسہ میں برطانیہ و مصر کا معاہدہ منظور کر لیا گیا ہے۔

(عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)